﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک04/مارچ 2005ء

22/ محرم الحرام 1425ہجری قمری 04/امان 1384 ہجری شمسی

شمارہ 9

ہر گناہ کی جڑ

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

تین باتیں ہر گناہ کی جڑ ہیں ان سے بچنا چاہئے۔وہ یہ ہیں تکبر، حرص اور حسد۔

(رسالہ قشیریہ باب الحسد)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

نصرت اورتائید خداتعالیٰ کے قرب کا بہت بڑا نشان ہے۔خداتعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اوراس کوراضی کرو۔ اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو۔ بدی کو چھوڑ دینا یہ بھی ایک نشان ہے

''مَیں بار بار یہی کہتا ہوں کہ تمہارا اسوہ حسنہ وہی ہو جو صحابہؓ کا تھا۔میرا کہنا تو صرف کہہ دینا ہے۔توفیق کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بات ہے۔اس بات کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھو کہ تمہارے اعمال اور افعال میں اخلاص ہو۔ریاکاری اور بناوٹ نہ ہو۔کیونکہ تم جانتے ہو اگر کوئی شخص سونے کی بجائے پیتل لے کر بازار میں جاوے تو وہ فوراً پکڑا جاوے گا اور آخر اُسے جیل میں جا کر اپنی جعلسازی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ پس اسی طرح پر خداتعالیٰ کے حضور دھوکہ نہیں چل سکتا۔انسان کو دھوکہ لگ سکتا ہے مگر وہاں نہیں ہوسکتا۔جو چاہتا ہے کہ وہ خدا کا اور خدا اُس کا ہوجاوے اسے چاہئے کہ وہ خداتعالیٰ کی راہ میں ننگا ہوجاوے۔

یہ مت سمجھو کہ مَیں تمہیں اس امر سے منع کرتا ہوں کہ تم تجارت نہ کرو یا زراعت نہ کرو یا زراعت اور نوکری یا دوسرے ذرائع معاش سے تمہیں روکتا ہوں، ہرگز نہیں۔میرا یہ مطلب نہیں ہے۔بلکہ میرا مطلب یہ ہے دل با یار دست با کار۔تمہارا اسوہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی تجارت اور بیع وشریٰ انہیں ذکر اللہ سے نہیں روکتا۔ہزاروں لاکھوں کی تجارت میں بھی وہ خداتعالیٰ سے ایک لحظہ کے لئے جدا نہیں ہوتے۔اس لئے تمہارا فخر اور دستاویز ایسے اعمال ہونے چاہئیں جو حقیقی ایمان کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

مَیں اس امر کا افسوس سے ذکر کرتا ہوں کہ بعض لوگ مَیں نے دیکھے ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انہیں خواب آجاتے ہیں یا آنے چاہئیں۔وہ سارا زور اسی امر پر دیتے ہیں۔میرے نزدیک یہ ابتلاء ہے۔جو لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں وہ یاد رکھیں اس امر سے نجات وابستہ نہیں ہے۔کبھی یہ سوال نہیں ہوگا تجھے کتنے خواب آئے تھے۔مَیں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے چوری میں سزا پائی اور جب سزا پا کر آئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چوری کرنے گئے تھے۔خواب میں معلوم ہوگیا تھا کہ ایسا ہوگا۔بڑے بڑے بدکار جو کنجر کہلاتے ہیں انہیں بھی سچی خواب آسکتی ہے۔یہاں ہمارے ایک چوہڑی تھی اس کو بھی خواب آجاتے تھے۔پس تم ابتلاء میں مت پھنسو۔خداتعالیٰ سے اپنے تعلقات بڑھاؤ اور اس کو راضی کرو۔اپنے اعمال میں ایک خوبصورتی پیدا کرو۔انسان کو چاہئے کہ اس امر کا مطالعہ کرے کہ کیا قرآن شریف کے موافق مَیں نے اپنے اعمال کو بنالیا ہے یا نہیں؟ اگر یہ بات نہیں ہے تو خواہ اس کو ہزاروں خواب آئیں بیسود اور بے فائدہ ہیں۔قرآن شریف میں یہی حکم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا پورا ادا کرو۔ان میں ریا، خیانت، شرارت باقی نہ ہو۔وہ خالصۃً للہ ہوں۔پس پہلے اس بات کو پیدا کرو پھر اس کے ثمرات خود بخود حاصل ہوں گے......۔

جب انسان اپنے نفس کو کھو دیتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات نہیں رہتی اور کسی کو اپنی نظر میں نہیں دیکھتا اور خدا ہی کو دیکھتا اور اس کو ہی سناتا ہے تو پھر خداتعالیٰ بھی اس کو سناتا ہے ۔مگر وہ لوگ جن کے باوجودیکہ دو کان ہوتے ہیں مگر وہ حرص، ہوا، غصّہ، کینہ وغیرہ ہر قسم کی طاقتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ خداتعالیٰ کی بات کیونکر سُن سکتے ہیں۔ہاں ایک قوم ہوتی ہے جو باقی سب کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور سب طرف سے کانوں کو بند کر لیتے ہیں۔نہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی کو سناتے ہیں۔انہیں ہی خدا بھی اپنی سناتا ہے اور ان کی سنتا ہے اور وہی مبارک ہوتا ہے۔

پس اگر اس قوم میں داخل ہونا چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو۔جب تک یہ بات پیدا نہ ہو ایسی آوازوں اور خوابوں پر ناز نہ کرو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حدیث میں اضغاث احلام اور حدیث النفس کا ذکر موجود ہے۔یہ کوئی چیز نہیں۔اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو حمل حقیقی ہوتا ہے۔جب مدت مقررہ نو ماہ گزر جاتے ہیں تو لڑکا یا لڑکی پیدا ہوجاتی ہے۔ایک اس کے مقابلہ میں حمل کاذب ہوتا ہے۔بعض عورتیں رات دن اولاد کی خواہش کرتی رہتی ہیں جس سے رجاء کی مرض پیدا ہوجاتی ہے اور جھوٹا حمل ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے اور حمل کی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن نو ماہ کے بعد پانی کی مشک نکل جاتی ہے۔ایسا ہی حال ان کشوف اور خوابوں کا ہے۔جب تک انسان محض خدا ہی کا نہ ہوجاوے یہ کچھ بھی چیز نہیں۔انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا۔جب وہ خدا کا مقرب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے۔زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کی بیخ کنی کے لئے قریش نے کس قدر زور لگایا۔وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا۔مگر دیکھو کون کامیاب ہوا اور کون نامراد ہے۔نصرت اور تائید خداتعالیٰ کے مقرّب کا بہت بڑا نشان ہے۔''(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 104-106 جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

تعصّبات کے خلاف جہاد شروع کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نفرت اور تعصب کے خلاف جہاد شروع کرنے کی تلقین کرتے ہوئے جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں۔

''جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم سے دنیا کی سیاست کو روشناس کرائے اور جس ملک میں بھی احمدی بستے ہیں وہ ایک جہاد شروع کردیں۔ان کو بتائیں کہ تمہارا آخری تجزیہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تمہارے ہر قسم کے خطرات کی بنیاد خود غرضی اور ناانصافی پر ہے دنیا کی قوموں کے درمیان جو چاہیں نئے معاہدات کرلیں۔جس قسم کے نئے نقشے بنانا چاہتے ہیں بنائیں اور ان کو ابھاریں لیکن جب تک اسلامی عدل کی طرف واپس نہیں آئیں گے، جب تک حضرت محمد ﷺ کے اخلاق میں پناہ نہیں لیں گے جو تمام جہانوں کے لئے ایک رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔دنیا میں امن قائم نہیں ہوگا اس لئے کہ صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی تعلیم ہے جو بنی نوع انسان کو امن عطا کرسکتی ہے۔باقی ساری باتیں ڈھکوسلے ہیں، جھوٹ ہے، سیاست کے فسادات ہیں، ڈپلومیسی کے دجل ہیں۔اس کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔پس امن عامہ کے قیام کی خاطر یا امن عالم کے قیام کی خاطر آج صرف جماعت احمدیہ ہے جس نے صحیح خطوط پر ایک عالمی جہاد کی بناء ڈالنی ہے اس لئے میں آپ سب کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ تعصّبات کے خلاف جہاد شروع کریں اور دنیا سے ظلم و ستم کو مٹانے کے لئے جہاد شروع کریں۔''

(خلیج کا بحران اور نظام جہان نو۔صفحہ 114-115)

دنیا کو برائیوں سے بچانے کا عالمی جہاد شروع کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جاؤ اور دروازے کھٹکھٹاؤ اور یہ اعلان کرتے چلے جاؤ گلیوں میں بھی اور گھر گھر جا کر کہو کہ دیکھو تم ڈوب رہے ہو، تم ہلاک ہونے والے ہو، ہم تمہیں بچانا چاہتے ہیں، تمہیں ان برائیوں کو چھوڑنا پڑے گا............۔

............تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو اس عالمی جہاد میں حصہ لینا چاہئے جو خود ہماری بقا کے لئے ضروری ہے، جو ہماری نسلوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، جو ہمارے ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔اور اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ دوسری سوسائٹی آپ کو قبول کرے، آپ کے پیغام کے دائرہ میں داخل ہوجائے تب آپ اس کو نصیحت کریں۔یہ انسانی بقا کے لئے بہت ضروری ہے ورنہ جس تیزی کے ساتھ یہ دنیا فسق کی طرف بڑھ رہی ہے یہ ہلاک کردی جائے گی، اس کے بچنے کا جواز باقی نہیں رہا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/نومبر 1986ء)

اداریہ

عشقِ رسولؐ کا تقاضا

ایک عارف باللہ اور مقرب بارگاہ الٰہی کے لئے قرآن مجید نے (اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَا تَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰه) (آل عمران:32) میں یہ نشان قرار دیا ہے کہ وہ محبت رسولؐ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی محبت پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانہ کے مامور کے خدائی انتخاب میں بھی یہ امر نمایاں اور روشن ہے کہ آپ کو اس خدمت کے لئے محبت رسولؐ کی وجہ سے ہی منتخب کیا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا ’’ هٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ‘‘۔ (تذکرہ)

اسی طرح آپ اپنے کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا کے فرشتے میرے مکان پر بکثرت نور برساتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یہ اہتمام والتزام کثرت سے پڑھے جانے والے درود کی برکت ہے۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آنحضرت ﷺ کی محبت واطاعت کی برکت نہ ہوتی تو میرے اعمال خواہ پہاڑوں کے برابر بھی ہوتے تو ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوتی۔ ایک اور جگہ آپ اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بُلائے ......۔‘‘ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 46)

اسی عظیم مقصد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ ’’خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی۔ اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اَتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے، اسلام کی عزّت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے‘‘۔ (الموعودؓ 211-212)

ہمارے مخالف ضد اور تعصب کی وجہ سے جماعت پر ’’توہین رسالت‘‘ کا ظالمانہ الزام لگاتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔ ’’......ہم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم پر اور ہماری بیوی بچوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اگر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل یقین نہ رکھتے ہوں، آپ کو خاتم النبیّین نہ سمجھتے ہوں، آپ کو افضل الرسل یقین نہ کرتے ہوں اور قرآن کریم کو تمام دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آخری شریعت نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے مقابلہ میں وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے نہ آپ کو دل سے خاتم النبیّین سمجھتے ہیں اور آپ کی فضیلت و بزرگی کے قائل نہیں بلکہ آپ کی توہین کرنے والے ہیں۔ اے خدا! اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو ہم پر اور ہماری بیوی بچوں پر عذاب نازل کر......۔‘‘ (الفضل 3 ستمبر 1935ء صفحہ 6)

اسی سلسلہ میں ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا:۔ ’’یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی بول سکتا ہے۔ وہ قوم جو کلمہ طیّبہ کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہو اس پر یہ الزام لگانا کہ وہ اسے منسوخ قرار دیتی ہے اتنا بڑا ظلم اور اتنی بڑی دشمنی ہے کہ ہماری اولادوں کو قتل کر دینا بھی اس سے کم دشمنی ہے۔‘‘ (الفضل 7 جولائی 1944ء)

بعض ہندوؤں نے اسلام دشمنی میں 1927ء میں بعض دلآزار مضامین لکھے، اسی زمانہ میں ’’رنگیلا رسول‘‘ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فوری طور پر ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہونگے ؟‘‘ کے عنوان سے سارے ملک میں پوسٹر لگوائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے جلسے کرنے کی تحریک فرمائی اور ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ملک بھر میں مسلمانوں نے نہایت کامیاب جلسے منعقد کئے۔

ہماری تاریخ کا یہ درخشندہ باب ہے کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اسلام پر کوئی حملہ کیا گیا تو اس کے سامنے جماعت سینہ سپر ہو گئی اور ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اپنے ایک حالیہ خطبہ میں اس بنیادی امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

’’آج بھی آپؐ کی ذات پاک پر گھٹیا الزام لگائے جاتے ہیں۔ ہنسی ٹھٹھے اور استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایسے لوگ جو آج بھی یہ کام کر رہے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت رکھتا ہے۔ بعض لوگ جو اپنے میڈیا کے ذریعے سے تاریخ کو یا حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ......۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچ اور سچ کا نور نہ کبھی پہلے ماند پڑا تھا یا چھپ سکا تھا نہ آج تم لوگوں کے ان حربوں سے یہ ماند پڑے گا یا چھپے گا۔ یہ نور انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر غالب آنا ہے اور اس سچائی کے نور نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈالنا ہے۔...... آجکل بھی بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں بعض کتابیں لکھی ہیں اور وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں اسلام کی تعلیم کے بارے میں یا آپؐ کی ذات کے بارے میں بعض مضامین انٹرنیٹ یا اخبارات میں بھی آتے ہیں، کتب بھی لکھی گئی ہیں ...... ہر احمدی کو اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو کو دیکھا جائے اور بیان کیا جائے، اظہار کیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی خلاف بات سنی، جلوس نکالا، ایک دفعہ جلسہ کیا، ایک دفعہ غصے کا اظہار کیا اور بیٹھ گئے۔ بلکہ مستقل ایسے الزامات جو آپؐ کی پاک ذات پر لگائے جاتے ہیں ان کا ردّ کرنے کے لئے، آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جائیں۔ ان اعتراضات کو سامنے رکھ کر آپؐ کی سیرت کے روشن پہلو دکھائے جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جس کا جواب موجود نہ ہو۔ جن جن ملکوں میں ایسا بیہودہ لٹریچر شائع ہوا ہے یا اخباروں میں ہے یا ویسے آتے ہیں وہاں کی جماعت کا کام ہے کہ اس کو لکھیں اور براہ راست اگر کسی بات کے جواب دینے کی ضرورت ہے یعنی اس اعتراض کے جواب میں، تو پھر وہ جواب اگر لکھنا ہے تو پہلے مرکز کو دکھائیں۔ نہیں تو جیسا کہ میں نے کہا سیرت کا بیان تو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’اللہ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ دلآزار حملے کئے جاتے ہیں کہ ہمارا تو جگر پھٹ جاتا ہے اور دل کانپ اٹھتا ہے۔ کیا ’’امہات المومنین‘‘ یا ’’دربار مصطفائی کے اسرار‘‘ جیسی گندی کتاب دیکھ کر ہم آرام کر سکتے ہیں...... میں حلفاً کہتا ہوں کہ جب کوئی ایسی کتاب نظر پڑتی ہے تو دنیا اور مافیا ایک مکھی کے برابر نظر نہیں آتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ جس کو وقت پر جوش نہیں آتا کیا وہ مسلمان ٹھہر سکتا ہے۔ کسی کے باپ کو برا بھلا کہا جائے تو وہ مرنے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دی جائیں تو ان کی رگ حمیت میں جنبش بھی نہ آوے اور پرواہ بھی نہ کریں۔ یہ کیا ایمان ہے؟۔‘‘ (ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ 41-42)

(عبدالباسط شاہد)

بیادشہید کربلا

یہ اقرار حقیقت بھی ہے اظہار صداقت بھی
ترا ہر عزم شعلہ بھی تھا شبنم بھی لطافت بھی
ترے ایثار نے ہر دور کو ذوق وفا بخشا
رخ انسانیت کو غازۂ صدق و صفا بخشا
وقار آدمیت کو درخشاں کر دیا تو نے
لہو سے شمع ملّت کو فروزاں کر دیا تو نے
دیا ہے درس تو نے اہل دل کو جانفشانی کا
سکھایا ہے سلیقہ دین حق کی پاسبانی کا
تری جرأت پہ نازاں ہے زمین کربلا اب تک
لہو سے تیرے رنگیں ہے جبینِ کربلا اب تک
لوائے احمدؐ مُرسلؐ کو اونچا کر دیا تو نے
جہاں میں اہل دل کا بول بالا کر دیا تو نے
سبق سیکھا ہے یہ انسان نے تیری شہادت سے
کبھی ایمان دب سکتا نہیں رعبِ حکومت سے
محرّم جب بھی آتا ہے ترا پیغام لاتا ہے
زبانِ اشک سے رُوداد اہلِ دل سناتا ہے
حسینؓ ابن علیؓ تو نور ہے شمع رسالتؐ کا
پیام زندگی ہے واقعہ تری شہادت کا

(ثاقب زیروی)

(مرسلہ: حمید اللہ ظفر۔ جرمنی)

معراج کا شہرہ آفاق سفر

اعجازی مشاہدات اور عظیم مذہبی انقلاب

(دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت)

دوسری قسط

تین مکاتیب فکر

قرن اول سے اب تک معراج کی نسبت تین مکاتیب فکر مسلم سکالرز میں مروج ہیں:-

1- حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ اور حضرت حسن بصریؒ جیسے اکابر امت کا عقیدہ تھا کہ یہ عالم روحانی میں ہوا اور جیسا کہ یہ ذکر آچکا ہے حضرت ام المؤمنین تو پورے یقین اور جلال سے فرمایا کرتی تھیں کہ دوران معراج آنحضورؐ کا جسد مبارک یہیں تھا۔ خادم الرسول حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ معراج کا آغاز دوسرے نبیوں کی مانند ایسی کیفیت میں ہوا کہ آنحضرتؐ کا قلب بیدار تھا مگر آنکھ سوئی ہوئی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر۔ آیت اسراء)

2- صحابہ اور سلف صالحین کی ایک بھاری جماعت کے نزدیک اسراء عین بیداری میں روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوا تھا۔

3 - ایک تیسرے طبقہ کے نزدیک واقعہ اسراء بیت المقدس تک مع جسم کے بیداری کے ساتھ ہوا لیکن آنحضرت ﷺ بیت المقدس سے آسمان تک عالم خواب میں روح کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔

(تاریخ الخمیس ”قصہ معراج“ تالیف قاضی مکہ و مورخ اسلام حضرت الشیخ حسین الدیار بِکری متوفی 996ھ /1550ء)

مؤرخ اسلام حضرت حسین الدیار بِکری کی ”تاریخ الخمیس“ سے یہ بھی ثابت ہے کہ دسویں صدی ہجری تک بعض مشاہیر امت کا یہ نظریہ بھی سند قبولیت پاچکا تھا کہ معراج دو بار ہوا۔ ایک بار نیند میں اور دوسری مرتبہ بیداری میں اور وہ اس طرح کہ وحی سے قبل اللہ عزوجل نے جو حقیقت خواب میں منکشف فرمائی اسے آغاز وحی کے ایک سال بعد بذریعہ معراج بیداری میں دکھلا دیا گیا۔

حضرت علامہ نے معراج کے مقام ﴿قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ (النجم:10) کے بارہ میں اپنا واضح مسلک یہ پیش فرمایا ہے کہ اس سے مراد منزلت اور مرتبت کا قرب ہے نہ مکان کا ’فانہ تعالیٰ منزہ عنہ‘ وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مکان کی حد بندیوں سے بالکل منزہ ہے۔

(”تاریخ الخمیس“ جلد 1 صفحہ 311 مطبوعہ موسسہ شعبان بیروت)

روایات میں بیت المقدس کے الصخرہ سے معراجِ سماوی کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ علامہ حسین الدیار بکری نے اس کا ذکر بھی اپنی تاریخ میں خاص اہتمام کے ساتھ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی الصخرہ سے فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ ارواح مومنین کا عروج و صعود الی السماء بھی اسی سے ہوتا ہے۔ (صفحہ 310)

امت کے اہل کشف بزرگ اور سفر معراج

تصوف اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ امت کے اہل کشف بزرگوں نے سفر معراج کو نور محمدی یا روح ہی کا سفر قرار دیا ہے۔ خصوصاً مسلم سپین کے نامور صوفی حضرت ابن عربیؒ نے اپنی تفسیر میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ”التفہیمات الالٰہیہ“ میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے اور جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی روایات معراج میں لکھا ہے کہ ”لقی ارواح الانبیاء علیہم السلام“۔ (درمنثور جلد 4 صفحہ 114)

حضرت سلطان الاولیاء شیخ علی ہجویری داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب باب الروح میں یہی تصریح فرمائی ہے کہ شب معراج میں بشمول حضرت سیدنا عیسیٰؑ سب نبیوں کی ارواح ہی سے ملاقات ہوئی تھی۔

تمام بزرگ صوفیا کے لٹریچر میں سفر کی اصطلاح حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے۔ ان کے نزدیک سلوک کی راہ میں چار سفر ہیں:-

۱۔ سیر الی اللہ۔ (منازل نفس سے افقِ مبین کی طرف)

۲۔ سیر فی اللہ۔ (صفات الٰہیہ سے متصف ہو کر افقِ اعلیٰ کی طرف)

۳۔ مقام قاب قوسین۔ (حضرت احدیت کی طرف عروج۔ جس کے بعد مقام ”او ادنیٰ“ ہے جو ولایت کی انتہا ہے)

۴۔ سیر باللہ۔ (فنا سے مقام بقاء تک)

امت مسلمہ کے بلند پایہ اہل کشف اولیاء کے نزدیک سدرۃ المنتہیٰ، افق مبین، بیت المقدس اور بیت الحرام بھی روحانی و کشفی اصطلاحیں ہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”اصطلاحات الصوفیہ“ (از حضرت کمال الدین الکاشی السمر قندی متوفی 730)

بزرگ صوفیاء بہشت سے مراد وحی و الہام لیتے ہیں۔ ان کی اصطلاح میں عالم مثال سے عالم اجسام میں ظہور نزول اور عالم اجسام سے حضرت احدیت جل شانہٗ کی طرف ترقی عروج کہلاتا ہے۔

(اصطلاحات صوفیہ از ”حضرت خواجہ شاہ محمد عبدالصمد فریدی چشتی“ صفحہ ۲۲۔۷۹)

حضرت ابوسہل بن عبداللہ تستریؒ (متوفی ۲۸۳ھ) نے فرمایا کہ معراج میں آنحضرت نے بیت المعمور کا جو نظارہ دیکھا اس کا مطلب عارفوں کے دل ہیں جو خدا کی معرفت و محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ وہی بیت التوحید ہیں جن کا حج فرشتے کرتے ہیں پھر سورۂ نجم کی آیت مَاکَذَبَ کی تفسیر میں یہ ایمان افروز نکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کا مشاہدہ اپنے دل کی آنکھ سے فرمایا اور جہاں حضرت موسیٰ تجلی طور کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کے گر گئے وہاں آنحضرت ﷺ اپنی قلبی قوت اور بلند مقام اور عُلوِّ درجہ کے باعث اپنی چشم بصیرت سے جلوۂ ربّانی دیکھنے میں کامیاب ہوگئے۔ (”تفسیر القرآن العظیم“ صفحہ ۹۵۔۹۶ از حضرت تستری۔ ناشر ”الکتب العربیۃ الکبری مصر سال اشاعت ۱۳۲۹ھ)

آپ نے اپنی تفسیر میں سدرۃ المنتہیٰ سے مراد وہ مقام لیا ہے جہاں سب علوم انتہا تک پہنچتے ہیں۔

قطب دوران غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے ؎

واجلسنی فی قاب قوسین سیدی
علی منبر التخصیص فی حضرت المجدی

میرے آقا نے مجھ کو قاب قوسین کے مقام پر بٹھایا، اس منبر خاص پر جو دربار مجد میں ہے۔

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ قلندر علی شاہ سہروردیؒ نے برسر محفل فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر معراج کا عالم رؤیا میں مشاہدہ کیا ہے۔

(”علم لدنی یا علم الٰہی“ از سید محمد ریاض الدین سہروردی صفحہ 103 بحوالہ ”سیرت النبی بعد از وصال النبی“ جلد چہارم صفحہ 218 مؤلفہ محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ اسلام آباد۔ ناشر فیروز سنز۔ 1998ء)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ”فوائد الفواد“ میں ہے کہ:-

”آپ نے ایک بار فرمایا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ آیا شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ کے پاس لے جایا گیا یا یہ سب چیزیں وہاں پہنچا دی گئیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے۔ یہ بتانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ سب چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئیں تو اس سے حضورؐ کا مرتبہ بلند تر ہو جاتا ہے۔ یہی مذہب حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔“

حضرت سرمدؒ (جو اسی عقیدہ کی بناء پر جامع مسجد دہلی کے سامنے شہید کئے گئے) پوری عمر پرچمِ حسینؑ لہراتے اور پوری شان سے یہ فرماتے رہے کہ ؎

سرمد گوید فلک بہ احمدؐ در شد

(”رودِ کوثر“ صفحہ 390، 391)

یعنی علمائے ظواہر تو یہ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے مگر سرمد کہتا ہے کہ خود آسمان حضورؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔

لیکن تحریکِ احمدیت کا تصورِ معراج اس سے

بھی بہت بلند، بہت اعلیٰ اور بہت ارفع ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی کے تفسیری ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اوپر سے نیچے آگیا۔“ (”تفسیر صغیر“ سورۃ نجم : 9)

بالفاظِ دیگر حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت سرمدؒ جیسے اکابر صوفیاء اور مقربان بارگاہ الٰہی کے نزدیک تو آسمان آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوئے مگر تحریک احمدیت کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ آسمان اور جنت اور عرش اور قلم ہی نہیں بلکہ عرش کا خدا بھی اپنے محبوب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشوائی اور استقبال کے لئے نیچے اتر آیا اور قلب محمدؐ پر اس نے اپنے جمال و جلال کے تخت قائم کر لئے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ اسی نکتۂ معرفت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم

خواہ کوئی مجھے ملحد اور گمراہ ہی کہہ دے مگر میں تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل سے بڑھ کر اور کوئی عرشِ عظیم نہیں دیکھتا۔

الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکہ آراء اور پُر معارف تصنیف ”فصوص الحکم“ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہ بیان ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا ہے کہ عارف باللہ پر ایسا مقام بھی آتا ہے کہ اگر عرش اور اس کے ماحول کی کائنات دس کروڑ بار بھی اس کے دل کے گوشہ میں سما جائے تو وہ محسوس نہیں کرے گا۔ سبحان اللہ جب شہ لولاکؐ کے ادنیٰ غلاموں کے قلوب کا یہ عالم ہے تو قلب محمدیؐ کی غیر محدود اور معجز نما وسعتوں کو خالق حقیقی کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟؟

عرفانِ معراج کے لئے نور نبوت کی ضرورت

سفر معراج کا ذکر خدائے ذوالعرش نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ لَایَمَسُّہٗٓ اِلَّاالْمُطَهَّرُوْنَ یعنی مطہر لوگ ہی اس کا عرفان رکھتے ہیں اور حدیث نبوی میں مطہر سے مراد صاحب الہام نفوس ہیں (جامع الصغیر للسیوطیؒ) اس طرح حضرت امام جعفر صادقؒ جیسی مقدس و برگزیدہ شخصیت (جن پر آیات قرآنی کا نزول حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی ”تذکرۃ الاولیاء“ سے بالبداہت ثابت ہے) فرماتے ہیں:-

”کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء۔ العبارۃ والاشارۃ واللطائف والحقائق۔ فالعبارۃ للعوام والاشارۃ للخواص۔ واللطائف للاولیاء والحقائق للا نبیاء۔“ (عرائس البیان جلد 1 صفحہ 3-4 از حضرت الشیخ الکامل ابو محمد روزبہان ابن ابی النصرالبقلی۔ المتوفی 606ھ)

یعنی کتاب اللہ چار چیزوں پر مشتمل ہے:

(1) عبارت (2) اشارت (3) لطائف (4) حقائق۔

عبارت عوام کے لئے، اشارت درگاہ الٰہی کے خاص مقربوں کے لئے، لطائف اولیاء کے لئے اور قرآنی حقائق نبیوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اس ضمن میں یہ لطیف نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ”رسول کے مقام کے بارہ میں صرف رسول کو اور نبی کے مقام کے بارے میں صرف نبی کو گفتگو کرنی چاہئے۔ جب انبیاء علیہم السلام کے مقام کا ہمیں ذوق اور آشنائی ہی نہیں تو ہم اس بارے میں گفتگو ہی کیا کر سکتے ہیں۔“

(ترجمہ از الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 47۔ صفحہ 72 بحوالہ ”اسلام کا تصور نبوت“ صفحہ 55 از حکیم محمود احمد ظفر صاحب شائع کردہ تعمیری کتب خانہ لاہور۔ طبع دوم 1999ء)

ان تصریحات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآنی حقائق جن میں معراج نبوی کی آیات کو غایت درجہ اہمیت حاصل ہے نور نبوت کے بغیر نہیں کھل سکتے اور ان تک رسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی عاشق صادق اور بروز کامل حاصل کر سکتا ہے جو اپنی والہانہ عقیدت کے براق سے تیرہ صدیوں کا فاصلہ طے کر کے بارگاہ محمدیت تک پہنچا ہو اور شہنشاہ نبوت کے نورانی چہرہ کو اپنی کشفی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو اور یہی بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے پُر کیف قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرتے ہوئے عرب و عجم پر انکشاف فرمایا ہے کہ ؎

واللّٰہ ان محمدًا کردافۃ
وبہ الوصول بسدۃ السلطان
واللہ انی قد رأیت جمالہ
بعیون جسمی قاعدًا بمکانی
ورأیت فی ریعان عمری وجھہ
ثم النبی بیقظتی لاقانی

اللہ کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دربار خداوندی کے گویا وزیر اعظم ہیں اور صرف آپ ہی کے طفیل دربار سلطانی تک رسائی ممکن ہے۔ بخدا میں نے آپ کے حسن و جمال کو اپنی ظاہری آنکھوں سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے۔ میں نے آغاز جوانی میں ہی آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں مجھے اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وجد آفریں تصور معراج

قبل اس کے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی مسعودؑ کے مقدس الفاظ میں تصور معراج پیش کروں، آپ ہی کے قلم سے سائنس، مذہب اور کشف والہام سے متعلق ایک اہم نوٹ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور بروز کامل ہونے کی وجہ سے صاحب تجربہ ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''یہ ایک فیصلہ شدہ بات ہے کہ اگر علم سائنس یعنی طبعی خدا تعالیٰ کے تمام عمیق کاموں پر احاطہ کرلے تو پھر وہ خدا ہی نہیں۔ جس قدر انسان اس کی باریک حکمتوں پر اطلاع پاتا ہے وہ انسانی علم اس قدر بھی نہیں کہ جیسے ایک سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اس میں کچھ سمندر کی پانی کی تری باقی رہ جائے اور یہ کہنا کہ اس کی تمام باریک قدرتوں پر اطلاع پانے کے لئے ہمارے لئے راہ کشادہ ہے اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں۔ باوجودیکہ ہزارہا قرن اس دنیا پر گزر چکے ہیں پھر بھی انسان نے صرف اس قدر خدا کی حکمتوں پر اطلاع پائی ہے جیسا کہ ایک عالمگیر بارش میں سے صرف اس قدر تری جو ایک بال کی نوک کو بمشکل تر کرسکے۔ پس اس جگہ اپنی حکمت اور دانائی کا دم مارنا جھوٹی شیخی اور حماقت ہے۔ انسان باوجودیکہ ہزار ہا برسوں سے اپنے علوم طبعیہ اور ریاضیہ کے ذریعہ سے خدا کی قدرتوں کے دریافت کرنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہا ہے مگر ابھی اس قدر اس کے معلومات میں کمی ہے کہ اس کو نامراد اور ناکام ہی کہنا چاہئے۔ صدہا اسرار غیبیہ اہل کشف اور اہل مکالمہ الٰہیہ پر کھلتے ہیں اور ہزار ہا راستباز ان کے گواہ ہیں مگر فلسفی لوگ اب تک ان کے منکر ہیں جیسا کہ فلسفی لوگ تمام مدار ادراک معقولات اور تدبر اور تفکر کا دماغ پر رکھتے ہیں مگر اہل کشف نے اپنی صحیح رؤیت اور روحانی تجارب کے ساتھ معلوم کیا ہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے جیسا کہ میں 35 برس سے اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارف روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمۂ علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کنویں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہوکر پھول کی طرح کِھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجاربِ صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے اور دماغ چونکہ منبت اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنویں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے۔ یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے مکاشفات صحیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے جس میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔''

(''چشمۂ معرفت'' صفحہ 271 طبع اول)

اس بصیرت افروز اقتباس کی روشنی میں صاحب المعراج کے ''احقر الغلمان'' کا عارفانہ تصور معراج ملاحظہ ہو۔ فرمایا:-

۱۔ ''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کرسکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورۂ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، پہنچ گئے۔ سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں۔ بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔''

(''ازالہ اوہام'' حصہ اول صفحہ 47، 48 حاشیہ)

۲۔ ''مِعْرَاجُ رَسُوْلِنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَمْرًا اِعْجَازِیًّا مِنْ عَالَمِ الْیَقْظَۃِ الرُّوْحَانِیَّۃِ اللَّطِیْفَۃِ الْکَامِلَۃِ فَقَدْ عُرِجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجِسْمِہٖ اِلَی السَّمَاءِ وَھُوَ یَقْظَانُ لَا شَکَّ فِیْہِ وَلَا رَیْبَ وَلٰکِنْ مَّعَ ذٰلِکَ مَا فَقَدَ جِسْمُہٗ مِنَ السَّرِیْرِ کَمَا شَھِدَ عَلَیْہِ بَعْضُ اَزْوَاجِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ 34)

یعنی ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج لطیف اور کامل روحانی بیداری کے عالم کا ایک اعجازی واقعہ ہے۔ آپ جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھائے گئے درآنحالیکہ آپ بیدار تھے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن بایں ہمہ حضور کا جسم مبارک چارپائی پر موجود رہا جیسا کہ آپ کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے شہادت دی ہے۔'' (یہاں حضرت امّ المومنین عائشہؓ کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ حلفیہ بیان اسلامی لٹریچر میں صدیوں سے محفوظ ہے کہ خدا کی قسم واقعہ معراج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر یہیں موجود تھا)

۳۔ ''ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا مگر اس میں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا سو یہ عقیدہ غلط ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معراج میں آنحضرت اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے سو یہ عقیدہ بھی غلط ہے بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک وجود تھا مگر نورانی۔ اور ایک بیداری تھی مگر کشفی اور نورانی جس کو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے مگر وہی جن پر وہ کیفیت طاری ہوئی ہو ورنہ ظاہری جسم اور ظاہری بیداری کے ساتھ آسمان پر جانے کے واسطے تو خود یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تھا جس کے جواب میں قرآن شریف میں کہا گیا تھا ﴿سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل:94)۔ کہہ دے میرا رب پاک ہے میں تو ایک انسان رسول ہوں، انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 21 مورخہ 17 جون 1906ء صفحہ 4)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معرفت سے لبریز بیان صرف وہی قدسی وجود دے سکتا ہے جو کشفی آنکھ اور نور نبوت سے فیض یاب ہو۔ اس نقطۂ نگاہ سے ثابت شدہ حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ شب معراج میں خدا تک پہنچے، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ محمد مصطفیٰؐ تک پہنچے اور یہی آپ کا معراج تھا۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

قرآنی سائنس کے خلاف نظریہ

جیسا کہ مجدد اسلام حضرت علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں اپنی تحقیق بیان فرمائی ہے، مسلمان دنیا میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا عقیدہ فیج اعوج کے زمانہ کی پیداوار ہے جبکہ عیسائیوں نے قبول اسلام کے ساتھ اپنا یہ عقیدہ بھی ملت اسلامیہ کے جسم میں داخل کردیا۔ یہی وہ نظریہ ہے جس کے نتیجہ میں پچھلی صدیوں میں ہزارہا کلمہ گو فضیلت مسیح کے قائل ہوکر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ یہی نہیں جناب ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی (مصنف ''پاکستان میں مسیحیت'' شائع کردہ مسلم اکادمی محمد نگر لاہور) کی سالہا سال کی تحقیق نے ثابت کردیا ہے کہ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۳-۸۴ء کے بعد جبکہ پاکستانی علماء تکفیر نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایجی ٹیشن کی اور بالآخر جبری قوانین کے نفاذ سے احمدیوں پر وفات مسیح اور دوسرے مخصوص نظریات کی تبلیغ و اشاعت پر پابندی لگوادی تو اس کے نتیجہ میں پاکستان کے مسلمان نہایت تیزی سے عیسائیت کے طوفانوں کی لپیٹ میں آگئے اور ہر موقع پر ان کی آبادی، ان کے مشنوں، اداروں اور لٹریچر میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور حتیٰ کہ اب یہاں تک نوبت آن پہنچی ہے کہ عالمی عیسائی مشنریوں نے ۱۹۹۷ء کی ایک خفیہ رپورٹ میں پاکستان کو فروغ عیسائیت کے لئے موزوں ترین ملک قرار دیتے ہوئے لکھا:

"PAKISTAN IS ONE OF THE MOST OPEN LAND FOR THE GOSPEL"

(''دنیا عیسائیت کی زد میں'' صفحہ ۴۸ مرتبہ محمد انور بن اختر صاحب ناشر مکتبہ ارسلان اردو بازار کراچی اشاعت جولائی ۲۰۰۱ء)

جناب محمد انور صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر یہ انکشاف کیا ہے کہ قاہرہ میں ۴ تا ۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو پادری زویمر ایڈیٹر مسلم ورلڈ کی تحریک پر مسلمانوں میں اشاعت عیسائیت کے طریقوں پر ایک وسیع کانفرنس منعقد ہوئی جس کی اشاعت خفیہ رکھی گئی اور صرف مشنری حلقوں تک اسے محدود رکھا گیا جس میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے جو ہدایات دی گئیں۔ ان میں ایک اہم ہدایت دنیا بھر کے پادریوں کو یہ دی گئی کہ ''ایک زندہ بچانے والا نہ کہ ایک مردہ پیغمبر'' تمہاری منادی کا جزو اعظم ہونا چاہئے۔

(ایضاً صفحہ ۲۵ تا ۳۲)

ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی اپنی کتاب ''پاکستان میں مسیحیت'' کے صفحہ ۲۳۶ پر اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ ''بعض لوگ اس کا یہ جواب دیتے ہیں...... کہ ایک ترازو کے پلڑوں میں ایک طرف آدھ کلو کا اور دوسری طرف ایک کلو کا باٹ رکھا جائے تو وزنی باٹ کا پلڑہ نیچے کی طرف آئے گا اور نسبتاً ہلکا پلڑا اوپر کی طرف جائے گا۔''

خالد احمدیت حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم (وفات دسمبر ۱۹۵۷ء) کے سامنے ایک مناظرہ کے دوران کسی مولوی صاحب نے یہی دلیل پیش کی تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ جب تک مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں حضرت عیسیٰ کا آدھ کلو کا بٹا زمین پر نہیں آسکتا۔ اس پر فریق ثانی کے وکیل دم بخود رہ گئے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان کہلانے والا ''عالم دین'' اپنی اس لچر اور بیہودہ منطق کو پادریوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ گستاخ رسول ہے کیونکہ وہ بالواسطہ طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ معاذ اللہ ہمارے پیارے نبی خاتم الانبیاء ﷺ جب شب معراج کے دوران آسمان پر تشریف لے گئے تو (خاکم بدہن) آپ کا باٹ بھی آدھا کلو رہ گیا اور بجائے شان میں اضافہ ہونے کے کمی واقع ہوگئی۔ کوئی سچا عاشق رسول محبوب خداؐ اور شہنشاہ نبوتؐ کی یہ شرمناک توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتا!!!

صاحب المعراج اور معراج کی دردناک مظلومیت

قرآنی سائنس کے خلاف اس نظریہ کے قائلین نے عیسائی مذہب کی تائید کے جوش میں آج تک جو روش اختیار کی ہے اس سے معراج اور صاحب المعراج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلومیت کا ایک ایسا نقشہ ابھرتا ہے کہ ہر عاشق رسول کی روح کانپ جاتی ہے اور آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ معراج کو مادی اور خاکی نظر سے دیکھنے والوں نے اس خدا کے کلام کو پوری بے باکی سے پس پشت ڈال دیا ہے جس نے اپنے حبیبؐ اور شہنشاہ نبوّت کو معراج دکھلایا ہے حالانکہ خدا کے سوا کوئی بھی اس کا عینی شاہد نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً اس جدید دور کے آغاز سے جس میں امریکی خلانورد تسخیر کائنات کی مہم میں چاند تک جا پہنچے ہیں۔ پاکستان میں متعدد ایسی کتابیں شائع کی گئی ہیں جن میں قرآنی حقائق کو طاق نسیاں میں رکھ کر آئن سٹائن کے نظریہ اضافت اور کشش ثقل وغیرہ کی تھیوریوں سے معراج کے جسمانی ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے جو قرآن سے سراسر بغاوت ہے۔ حالانکہ انہیں برملا اعتراف ہے کہ سائنسی تحقیق وتجسس کا دائرہ محسوسات کی حد تک ہے اور مذہب کا دائرہ تحقیق غیبی امور سے ہے۔ سائنس کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے۔

(''معراج اور سائنس'' صفحہ 251، 252 از آغا اشرف مطبوعہ لاہور 1990ء)

یہ سب ماڈرن طرز کے ادیب اور نام نہاد مذہبی سکالر سرے سے امت مسلمہ میں کشف والہام اور وحی کو ختم نبوت کے منافی سمجھتے اور پرویزی مسلک کے حامل ہیں یا ان کا مذہب یہ ہے کہ اصل قرآن امام مہدی لائے گا، موجودہ قرآن محض صحیفہ عثمانی ہے اور یا حنفی خیال کے ہیں جن کے اکابر نے یہ گستاخانہ فتویٰ دیا کہ:-

''لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبھتہ وانفہ جاز للاستشفاء وبالبول ایضًا''

(رد المختار علی در المختار جلد اول صفحہ 154 از ابن عابدین ناشر مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ایضاً امداد الفتاوی از تھانوی جلد دوم صفحہ 129 مطبع مجتبائی دہلی 1346ھ)

یعنی (معاذ اللہ) اگر کوئی شخص نکسیر پھوٹنے پر بطور علاج سورہ فاتحہ کو خون سے لکھ کر اپنے ناک اور چہرے سے لکھ لے تو جائز ہے حتیٰ کہ پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

کون سی آنکھیں ہیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کون سے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار

اس نوع کی ذہنیتوں کے سرچشمہ سے ''اسلام اور سائنس''، ''قرآن، سائنس اور سائنسی حقائق''، ''قرآن اور جدید سائنس''، ''سائنسی انکشافات'' اور ''حضور کو معراج کیسے کرایا گیا'' جیسی کتابیں پاکستان میں چھپ چکی ہیں۔ یہ کتابیں ایک طرف تحریک احمدیت کے علم تفسیر اور جدید علم کلام کی بازگشت ہیں تو دوسری طرف حیات مسیح کے حوالہ سے معراج کو جسمانی ثابت کرنے کے لئے تالیف ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ہزاروں ہزار درود وسلام ہوں اس پاک نبیؐ پر جس نے خود بھی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کئے اور اپنی امت کو بھی اس کی نصیحت فرمائی

—— (قرآن مجید و احادیث نبویہ کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ کی عبادات کا روح پرور تذکرہ)

(آنحضرت ﷺ پر بیہودہ اعتراضات کرنے والوں کے جواب دینے کے لئے

—— خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو خصوصی ٹیمیں تیار کرنے کی ہدایت) ——

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 18رفروری2005ءبمطابق18رتبلیغ1384ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح،مورڈن،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ (سورة المزمل آیت 7)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ رات کا اٹھنا یقیناً نفس کو پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔

یہ وہ قرآنی حکم ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپؐ نے اس کا حق ادا کر دیا بلکہ دعویٰ سے پہلے بھی، نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی تلاش میں اسی طرح اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اپنی راتوں کو آرام میں یا کسی شوق میں گزارنے کی بجائے عبادتوں میں گزارتے تھے۔ راتوں کی عبادت جب رات گہری ہو، ہر طرف خاموشی ہو، بندے اور خدا کے درمیان کسی قسم کی روک ڈالنے والی چیز نہ ہو، بندے اور اللہ کے درمیان راز و نیاز میں کوئی چیز روک نہ بنے، اس وقت جو اللہ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں وہ یقیناً اللہ کا قرب پانے والے اور اس کا پیار حاصل کرنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ خالصتاً اللہ کے قرب کے لئے یہ عبادت بجالا رہے ہوتے ہیں۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح رات کو اٹھنا اپنے نفس کو پاؤں تلے کچلنے کے برابر ہے۔ بلکہ یہ شیطان کو ختم کرنے اور اپنے نفس پر قابو پانے کا ایسا زبردست حربہ ہے کہ اس کا مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اس وقت کے عہد و پیمان اتنے پکّے اور مضبوط ہوتے ہیں کہ ان کو توڑنا ممکن نہیں ہوتا۔ شیطان کی ملونی اس میں ہو ہی نہیں سکتی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ بننے اور اپنے نفس کو ہلاک کرنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں کہ رات کو اٹھ کر عبادت کی جائے۔ اور یہ عبادت کے اعلیٰ معیار ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر حاصل کئے۔ بلکہ آپؐ کی قوت قدسی نے صحابہ میں اور امت میں بھی راتوں کو عبادت کے لئے اٹھنے والے پیدا کئے۔

جس سورة کی آیت میں نے پڑھی ہے اس سورة کے آخر میں ہی اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رات کے دو تہائی حصے میں یا آدھے حصے میں یا وقت کے لحاظ سے تیسرے حصے میں تو نے عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کر دیئے، حق ادا کر دیئے۔ ان کی اللہ گواہی دیتا ہے۔ بلکہ ان لوگوں کی بھی گواہی دیتا ہے جو آپؐ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ ان حکموں پر عمل کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہ جو ہدایت کی گئی تھی کہ عبادت کے لئے اُٹھ اور ان اندھیری راتوں کی دعاؤں میں اپنے آپ کو بھی مضبوط کر اور اپنی امت کے لئے بھی حصار بن جا۔ اس پر نہ صرف پورا اترا بلکہ اعلیٰ ترین معیار قائم کئے، حق ادا کر دیا۔ دوسری جگہ اس کی ایک اس طرح بھی گواہی ملتی ہے۔ فرماتا ہے کہ ﴿اَلَّذِیْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ o وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِيْنَ o﴾ (سورہ الشعراء:219-220) یعنی جو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں تیری بے قراری کو بھی۔ پس جس کو خدا تعالیٰ یہ سند دے دے کہ تمام سجدہ کرنے والوں میں تیرے جیسا بے قرار سجدہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جب تو کھڑا ہوتا ہے تو تیرا کھڑا ہونا عبادت کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی خاطر ہے، عبادت کے لئے ہے۔ اور جب تیرا سجدہ ہوتا ہے تو وہ بھی خدا اور صرف خدا کے لئے ہے۔ اس کے آگے جھکنے کے لئے ہے۔ اس کا رحم حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اپنے لئے بھی اور اپنی امت کے لئے بھی۔ تو ایسے شخص کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیاوی لذات کے پیچھے چلنے والا تھا یا ہو سکتا ہے۔

لیکن دنیا میں ایسے لوگ پیدا ہوتے آئے ہیں اور آج کل بھی ایسے پیدا ہو رہے ہیں جو اسلام دشمنی میں خود یا نام نہاد مسلمانوں کو خرید کر، لالچ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گھٹیا اور بیہودہ الزام لگاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو وہ جاہل، اُجڈ اور مشرک لوگ، اس عظیم نبی کی قوت قدسی اور دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بنتے نظر نہیں آتے۔ لیکن جو لوگ بغض اور کینے اور دشمنی میں اس حد تک چلے جائیں جن کی انصاف اور دین کی آنکھ کام نہ کرتی ہو، اس لحاظ سے بالکل اندھے ہوں، جن کے دل سیاہ ہوں جو خود غلاظت میں پڑے ہوئے ہوں۔ وہ جب بھی دیکھیں گے، اپنی اسی نظر سے دیکھیں گے۔ وہ جب بھی دیکھیں گے ان کو اپنا اندرونہ ہی نظر آ رہا ہوگا۔ اور صاف اور شفاف شیشہ وہی کچھ دکھاتا ہے جیسی کسی کی شکل ہو، جیسا کسی کا رنگ ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاف آئینے میں یہ لوگ جب دیکھیں گے تو ان کو اصل میں تو اپنا آپ نظر آ رہا ہوگا۔ نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر، آپؐ کا حسین چہرہ۔ آپ کا حسین چہرہ دیکھنے کے لئے تو پاک دل ہونا ضروری ہے۔ انصاف کے تقاضے پورے کرنے ضروری ہیں۔ خدا کا خوف ضروری ہے، دلوں کے زنگ دور ہونے ضروری ہیں، پھر اس حسین چہرے کی پہچان ہو سکتی ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا ایسے لوگ جو اسلام کو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اپنے زعم میں بدنام کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔ اور ایسی ایسی بیہودہ گوئیاں کر رہے ہوتے ہیں جنہیں کوئی بھی شریف آدمی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہ لوگ اپنے زعم میں بڑے پڑھے لکھے ہونے اور آزاد خیال ہونے کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کے سامنے اپنے خیال میں

اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حقائق بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ اصل میں یہ ایسے لوگ ہیں جن کا اپنا چہرہ ان بیہودہ گوئیوں سے ظاہر ہو رہا ہوتا ہے۔ بہرحال ایسے لوگوں میں سے یہاں آج کل ایک صاحب نے پچھلے دنوں مضمون لکھا تھا، جرنلسٹ ہیں چارلس مور (Charles Moore)۔ استہزاء کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہؓ سے شادی کے بارے میں لکھا۔ لیکن بے چارہ اپنے کینے کی وجہ سے، دل میں جو بغض بھرا ہوا تھا اس کی وجہ سے بالکل ہی اندھا ہو گیا ہے۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹی عمر کی بچیوں سے کوئی دلچسپی تھی۔ حالانکہ جس کتاب کا حوالہ دے کر اس نے اپنی بات کی ہے، راجرسن (Barnaby Rogerson) کی کتاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ رخصتانہ حضرت عائشہؓ کا بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد ہوا تھا۔ پھر اس اندھے کو یہ بھی نظر نہیں آیا کہ آپؐ کی پہلی شادی کس عمر میں ہوئی جو جوانی کی عمر تھی۔ پھر یہ نظر نہیں آیا کہ آپؐ کی تمام دوسری بیویاں بڑی عمر کی تھیں۔ جب انسان اندھا ہو جائے تو تاریخ کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے۔ جب بغض اور کینے بڑھ جائیں تو حق بات کہنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ بہرحال اس بحث کو میں اس وقت نہیں لے رہا۔ اس وقت میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس کام کا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا تھا کہ میری عبادت کرو اور میرے عبادت گزار پیدا کرو۔ صرف اسی کام سے آپؐ کو دلچسپی تھی اور اسی کے اعلیٰ معیار قائم کر کے دکھانے پر اللہ تعالیٰ نے گواہی بھی دی ہے۔ تو بہرحال جیسا کہ میں نے کہا مور (Moore) کی ان بیہودہ گوئیوں کا اس وقت جواب نہیں دے رہا۔ لیکن حقائق اور واقعات اور تاریخ کو سامنے رکھ کر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی دلچسپی تھی تو اپنے پیدا کرنے والے خدا سے تھی اور نہ صرف دلچسپی تھی بلکہ عشق تھا۔ اور ایسا عشق تھا جو کسی عشق کی داستان میں نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی خواہش تھی تو صرف یہ کہ میرا جسم، میری جان، میری روح اللہ تعالیٰ کے در پر پڑی رہے۔ اور اس کی راہ میں قربان ہوتی رہے۔ جوانی کے دنوں میں بھی آپؐ کو عورتوں یا لہو ولعب یا کھیل کود سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس وقت بھی ایک خدا کی تلاش میں، اس کی محبت میں، گھر بار چھوڑ کر بیوی بچے چھوڑ کر میلوں دور ایک غار میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے تا کہ کوئی بھی وہاں آ کے ڈسٹرب (Disturb) کرنے والا نہ ہو۔ کیا دنیا سے دلچسپی رکھنے والا یا دنیا کی چیزوں سے دلچسپی رکھنے والا، دنیا کی چیزوں پر منہ مارنے والا اس طرح کے عمل دکھایا کرتا ہے؟ اور یہ ایسی چیز ہے جس سے مخالفین بھی اپنی کتابوں میں انکار نہیں کر سکے، چاہے نتیجے اپنی مرضی کے جو بھی نکالیں۔ لیکن حقائق سے انکار نہیں ہو سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے۔ آپؐ عبادت کرنے کے لئے لوگوں سے دور تنہائی کی غار میں جو غار حرا تھی چلے جاتے تھے۔ یہ غار اس قدر خوفناک تھی کہ کوئی انسان اس میں جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کو اس لئے پسند کیا ہوا تھا کہ وہاں کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہنچے گا۔ آپؐ بالکل تنہائی چاہتے تھے۔ شہرت کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کا حکم ہوا ﴿یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ (سورہ المدثر :2-3) اس حکم میں ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تھی اب چھوڑ دیں“۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 34۔ جدید ایڈیشن)

تو اس تنہائی کو چھوڑنا اور اس کو چھوڑ کر دنیا کے سامنے آنا اور اپنے محبوب کا پیغام دنیا کو پہنچانا یہ بھی اس لئے تھا کہ حکم ہوا تھا کہ یہ کرو۔ نہ کہ اپنی کوئی خواہش کو پورا کرنے کے لئے۔

ایک روایت میں آتا ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل تن تنہا کچھ زادِ راہ ساتھ لے کر اکیلے چلے جاتے تھے۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر، حرا نامی غار میں جا کر معتکف ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ وہاں آپ کئی کئی راتیں عبادت میں گزارتے اور پھر جب زادہ راہ ختم ہو جاتا تو آپؐ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور مزید زادِ راہ ساتھ لے لیتے اور پھر تنہائی میں جا کر اللہ کو یاد کرنے لگتے“۔

(بخاری کتاب بدء الوحی)

مسلسل کئی کئی دن یہ عمل جاری رہتا تھا۔ ہر وقت یہ فکر ہوتی تھی اور اس کوشش میں ہوتے تھے کہ میں اپنے محبوب اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کروں۔ جیسا کہ ذکر آ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے جب تبلیغ شروع کی تو خانہ کعبہ میں کی۔ عبادت کے لئے بعض دفعہ تشریف لایا کرتے تھے اور کفار مکہ کو بڑا سخت ناگوار گزرتا تھا کہ یہاں آ کر اس طرح اپنے طریقے سے عبادت کریں۔ اور وہ آپ کو اس عبادت کرنے سے روکنے کے لئے مختلف حیلے اور کوششیں بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن آپؐ کو جو خدائے واحد سے عشق تھا وہ ان روکوں اور مخالفتوں سے ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس مخالفت کے ایک واقعہ کا یوں ذکر بھی ملتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران اُن میں سے کسی نے کہا تم میں سے کون فلاں لوگوں کی اونٹنی کی بچہ دانی لائے گا تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر جبکہ وہ سجدے میں ہوں رکھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے بدبخت ترین شخص اٹھا اور اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لایا اور وہ اس وقت کا انتظار کرتا رہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوں۔ پھر جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اس نے وہ بچہ دانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں ان کو یہ سب کچھ کرتے دیکھتا رہا مگر میں کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کاش مجھ میں ان کو روکنے کی طاقت ہوتی۔ پھر وہ لوگ ایسا کرنے کے بعد ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گرنے لگے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل سجدے میں رہے۔ آپؐ اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے اس بچہ دانی کو آپؐ کی کمر سے اتارا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا۔ پھر آپؐ نے تین مرتبہ کہا اے اللہ! ان قریش کو تو ہی سنبھال اور یہ بددعا بھی ان پر بڑی گراں گزری۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپؐ نے نام لے لے کر دعا کی کہ اے اللہ! میں تجھ سے ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط پر گرفت کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ تو راوی کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساتویں آدمی کا بھی نام لیا تھا مجھے یاد نہیں رہا۔ لیکن بہرحال راوی کی روایت یہ ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے ان لوگوں کو جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں گنا تھا بدر کے گڑھے میں قتل ہونے کے بعد گرے ہوئے دیکھا“۔

(بخاری کتاب الوضوء۔ باب اذا القیٰ علی ظھر المصلیٰ......)

تو یہ قبولیت دعا کے نظارے اللہ کا پیارا ہی دکھا سکتا ہے۔ کیا کوئی دنیاوی دلچسپیوں میں ڈوبا ہوا یہ نظارے دکھا سکتا ہے؟ تھوڑے ہی عرصہ میں سب کچھ پورا ہوتا ہوا نظر آیا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی دلی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے“۔

(المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد 12 صفحہ 84)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس رات کی عبادت میں بھی وہ اعلیٰ معیار قائم کئے جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس بارے حضرت عائشہؓ کی گواہی ہے۔ رسولؐ اللہ کی نماز یعنی تہجد کی نماز کی کیفیت جب آپؓ سے پوچھی گئی تو فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ دنوں میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے مگر وہ اتنی لمبی اور پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو۔ یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں آپؐ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں۔

(بخاری کتاب الجمعہ۔ باب قیام النبی بلیلٍ فی رمضان)

ایک روایت میں آتا ہے مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت شدت گریہ وزاری کے باعث آپؐ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی آواز ہوتی ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب بکاء فی الصلوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ: آپؐ کے سینے سے ایسی آواز اٹھ رہی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز ہوتی ہے۔(سنن نسائی کتاب السھو۔باب البکاء فی الصلوٰۃ)

حضرت عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ: ایک رات مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو عبادت کی توفیق ملی۔آپؐ نے پہلے سورۃ بقرہ پڑھی۔آپؐ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گزرتے تھے مگر وہاں رک کر دعا کرتے اور آپؐ کسی عذاب کی آیت سے نہیں گزرے مگر رک کر پناہ مانگی۔پھر قیام کے برابر آپؐ نے رکوع فرمایا۔یعنی جتنی دیر کھڑے تھے، تلاوت کی اتنی ہی دیر رکوع کیا، جس میں تسبیح و تحمید کرتے رہے۔ پھر قیام کے برابر سجدہ کیا۔سجدے میں بھی یہی تسبیح دعا پڑھتے رہے۔پھر کھڑے ہو کر آل عمران پڑھی۔پھر اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔

(ابو دؤد۔کتاب الصلوٰۃ۔باب فی الدعاء ما یقول الرجل فی رکوعہٖ و سجودہٖ)

تو یہ رک رک کر، سمجھ کر، رحمت اور عذاب کے موقعوں پر دعا کرکے، پناہ مانگ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح غور کرنا اور پناہ مانگنا، یہ رکنا یہ غور بھی کوئی معمولی نہیں ہوتا تھا۔یہ دعائیں بھی اور یہ غور بھی بہت اعلیٰ معیار کا تھا جس تک انسان کی شاید سوچ بھی پہنچنی بہت مشکل ہو۔تبھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ ان کی نمازوں کے حسن کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھو وہ بیان ہی نہیں کی جاسکتیں۔

پھر حضرت حذیفہؓ بن یمان فرماتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان صحابی تھے۔ایک رات رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز ادا کی جب نماز شروع کی تو آپ نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرْ ذُوْالْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَۃِ۔ یعنی اللہ بڑا ہے جو اقتدار اور سطوت کبریائی اور عظمت والا ہے۔پھر آپؐ نے سورۃ بقرہ مکمل پڑھی۔پھر رکوع فرمایا جو قیام کے برابر تھا۔پھر رکوع کے برابر کھڑے ہوئے۔پھر سجدہ کیا جو کہ قیام کے برابر تھا۔پھر دونوں سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْلِیْ، رَبِّ اغْفِرْلِی میرے رب مجھے بخش دے، میرے رب مجھے بخش دے کہتے ہوئے اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر سجدہ کیا تھا۔پھر دوسری رکعتوں میں آپؐ نے آل عمران، نساء، مائدہ، انعام وغیرہ طویل سورتیں پڑھیں۔ (ابو داؤد۔کتاب الصلوٰۃ۔باب ما یقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ)

تو دیکھیں یہ تھے آپؐ کی عبادتوں کے معیار۔اس لئے روایتوں میں آتا ہے کہ: بعض دفعہ کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی لمبی نماز ادا فرمایا کرتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو کر پھٹ جاتے تھے۔ایک دفعہ میں نے آپؐ سے عرض کی اے اللہ کے رسول! آپؐ کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے تمام قصور معاف فرما دیئے ہیں۔تو آپؐ نے فرمایا اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔کیا میں یہ نہ چاہوں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (بخاری کتاب لتفسیر۔سورہ الفتح)

پھر ام المومنین حضرت سوداءؓ کی ایک روایت ہے۔نہایت سادہ مزاج اور نیک خاتون تھیں۔ایک رات انہوں نے بھی اپنی باری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کا ارادہ کیا۔اور حضورؐ کے ساتھ جا کر نماز میں شامل ہوئیں۔پتہ نہیں کتنی دیر نماز ساتھ وہ پڑھ سکیں لیکن بہرحال اپنی سادگی میں دن کے وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس لمبی نماز پہ جو تبصرہ کیا اس سے حضورؐ بہت محظوظ ہوئے۔کہنے لگیں یا رسول اللہ رات آپ نے اتنا لمبا رکوع کروایا کہ مجھے تو لگتا تھا جیسے جھکے جھکے کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ پڑے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7صفحہ 721)

پھر ایک روایت میں آتا ہے عطاء روایت کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں ابن عمرؓ اور عبیداللہ بن عمرؓ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات بتائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو۔اس پر حضرت عائشہؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یاد سے بیتاب ہو کر رو پڑیں اور کہنے لگیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہی نرالی ہوتی تھی۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے۔میرے ساتھ میرے بستر میں لیٹے پھر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا آج کی رات تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کرلوں۔میں نے کہا خدا کی قسم! مجھے تو آپؐ کی خواہش کا احترام ہے اور آپ کا قرب پسند ہے۔میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔تب آپ اٹھے اور مشکیزہ سے وضو کیا۔نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کے سینہ پر گرنے لگے۔نماز کے بعد آپ دائیں طرف ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گئے کہ آپؐ کا دایاں ہاتھ آپؐ کے دائیں رخسار پر تھا۔آپؐ نے پھر رونا شروع کر دیا۔یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر ٹپکنے لگے۔آپؐ اسی حالت میں تھے کہ فجر کی اذان دینے کے بعد بلال آئے جب انہوں نے آپ کو اس طرح گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتنا کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے گزشتہ اور آئندہ ہونے والے سارے گناہ بخش چکا ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(تفسیر روح البیان زیر تفسیر سورہ آل عمران آیت 191-192)

اب مور صاحب (Moore) کیا کہتے ہیں ؟جس بیوی سے شادی کے بارے میں مور (Moore) نے ذہن کا گند نکالا ہے اس کی گواہی یہ ہے کہ مجھے چھوڑ کر اللہ کے حضور گریہ وزاری کرنے کے لئے حاضر ہو گئے۔اور یہ کوئی ایک دو دفعہ کی بات نہیں ہے۔اکثر ایسے واقعات ہوا کرتے تھے۔بلکہ ہر روز ہر بیوی کے ہاں یہ نظارے نظر آئیں گے۔اب دیکھیں حضرت عائشہؓ کی باری بھی آتی ہے۔جب نو بیویاں تھیں تو نو دن کے بعد آتی ہوگی۔آپؐ کی لاڈلی بیوی بھی ہیں۔اس میں بھی کوئی شک نہیں۔لیکن لاڈلی بھی اس لئے ہیں کہ اس بیوی کے گھر سب سے زیادہ وحی آپؐ پر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کا کلام اترا ہے۔تو یہاں بھی لاڈ اور پیار کا معیار اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔تو نو دن کے بعد جب اس بیوی کے پاس آتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ دل بے چین ہے، مجھے خدا کی عبادت کرنے دو۔اور پھر ساری رات گڑ گڑا کر زمین کو تر کرتے رہتے ہیں۔روتے ہوئے دعائیں کرتے ہوئے گزری۔اس رب کی شکر گزاری کرتے ہیں جس نے اتنے احسانات کئے ہیں۔کیا کوئی دنیا دار آدمی ایسے عمل کر سکتا ہے؟ لیکن دنیا داروں کے، اندھوں کے یہ معیار ہی نہیں۔ان کے تو معیار ہی اور ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔’’خدا تعالیٰ تو اپنے بندوں کی صفت میں فرماتا ہے ﴿وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَ قِیَامًا﴾ (سورہ الفرقان :65) کہ وہ اپنے رب کے لئے تمام رات سجدہ اور قیام میں گزارتے ہیں۔اب دیکھو رات دن بیویوں میں غرق رہنے والا خدا تعالیٰ کے منشاء کے موافق رات کیسے عبادت میں کاٹ سکتا ہے۔وہ بیویاں کیا کرتا ہے گویا خدا کے لئے شریک پیدا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور باوجود ان کے آپ ساری ساری رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے تھے۔ایک رات آپ کی باری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، کچھ حصہ رات کا گزر گیا تو حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھلی۔دیکھا کہ آپؐ موجود نہیں۔اسے شبہ ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے ہاں گئے ہوں۔اس نے اٹھ کر ہر ایک گھر میں تلاش کیا مگر آپؐ نہ ملے۔آخر دیکھا کہ آپؐ قبرستان میں ہیں اور سجدے میں رو رہے ہیں۔اب دیکھو کہ آپ زندہ اور چہیتی بیوی کو چھوڑ کر مردوں کی جگہ قبرستان میں گئے اور روتے رہے۔تو کیا آپؐ کی بیویاں حظّ نفس یا اتباع شہوت کے ہی بنا پر ہو سکتی ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 4صفحہ 50-51 جدید ایڈیشن)

لیکن اعتراض کرنے والوں کو یہ چیز کبھی نظر نہیں آئے گی۔

یہ واقعہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں بیان ہوا ہے اس کی تفصیل حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں: ایک رات حضورؐ میرے پاس تشریف لائے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹے مگر سوئے نہیں۔اٹھ بیٹھے اور کپڑا اوڑھ لیا۔حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرے دل میں سخت

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

غیرت پیدا ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید میری کسی سوکن کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو کہتی ہیں کہ میں آپ کے تعاقب میں گئی تو میں نے آپؐ کو بقیع قبرستان میں دیکھا۔ آپؐ مؤمن مردوں، عورتوں اور شہداء کے لئے مغفرت طلب کر رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ اپنے رب کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔ اور میں دنیا کے خیالات میں ہوں۔ کہتی ہیں میں جلدی جلدی وہاں سے واپس آ گئی۔ کچھ دیر کے بعد حضور بھی میرے پاس تشریف لے آئے جبکہ ابھی تیز چلنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا ہوا تھا۔ تو حضورؐ نے دریافت کیا کہ اے عائشہ! تیرا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ تو میں نے حضور کو ساری بات بتائی۔ اس پر آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کریں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے اس رات میں اللہ تعالیٰ ایک بھیڑ کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو آگ سے نجات بخشتا ہے۔ یعنی کثرت سے نجات بخشتا ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نہ کسی مشرک پر نظر کرتا ہے اور نہ کسی کینہ پرور پر۔ نہ قطع رحمی کرنے والے پر اور نہ تکبر سے کپڑے لٹکانے والے پر۔ اور نہ والدین کی نافرمانی کرنے والے پر اور نہ کسی شراب خور پر۔ تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضورؐ نے جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ اتاری اور مجھے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں آج کی باقی رات بھی عبادت میں گزاروں۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ضرور۔ تب حضور نے نماز شروع کی اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپؐ کا دم نکل گیا ہے۔ کہتی ہیں: میں نے ٹٹول کر آپ کے پاؤں کو چھوا تو آپ کے پاؤں میں حرکت پیدا ہوئی۔ میں نے آپ کو سجدے میں دعائیں کرتے سنا۔ صبح حضورؐ نے فرمایا کہ جو دعائیں میں رات سجدے میں کر رہا تھا وہ جبریل نے مجھے سکھائی تھیں اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں سجدوں میں ان کو بار بار دہراؤں۔

(تفسیر الدر المنثور جلد 6 صفحہ 27)

اب بتائے کوئی کہ کیا اس محسن انسانیت جیسا کوئی اور ہے جو ساری ساری رات اپنے رب کے حضور لوگوں کے لئے مغفرت مانگتے ہی گزار دیتا ہے۔ بخشش مانگتے ہی گزار دیتا ہے۔ اپنے رب کے عشق میں سرشار ہے اور اس کی مخلوق کی ہمدردی نے بھی بے چین کر دیا ہے۔ اپنی رات کی نیند کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اپنی سب سے چہیتی بیوی کے قرب کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش ہے تو صرف یہ کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور اس کی مخلوق عذاب سے بچ جائے۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ نعوذ باللہ دنیا کی رنگینیوں میں ملوث تھا۔ آپ کی راتیں کس طرح گزرتی تھیں اس کی ایک اور گواہی دیکھیں۔

حضرت ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے۔ پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔

(بخاری کتاب التفسیر۔ باب یغفرک اللہ)

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ ایک رات میری باری میں باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک کپڑے کی طرح زمین پر پڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ وَاٰمَنَ لَکَ فُؤَادِیْ۔ رَبِّ ھٰذِہٖ یَدَایَ وَ مَا جَنَیْتُ بِھَا عَلٰی نَفْسِیْ۔ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ اِغْفِرِالذَّنْبَ الْعَظِیْمَ۔ کہ اے اللہ! تیرے لئے میرے جسم و جان سجدے میں ہیں میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔ اے میرے رب! یہ میرے دونوں ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہیں اور جو کچھ میں نے ان کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کیا وہ بھی تیرے سامنے ہے۔ اے عظیم! جس سے ہر عظیم بات کی امید کی جاتی ہے، عظیم گناہوں کو تو بخش دے۔ پھر فرمایا کہ اے عائشہ! جبریل نے مجھے یہ الفاظ پڑھنے کے لئے کہا ہے۔ تم بھی اپنے سجدوں میں یہ پڑھا کرو۔ جو شخص یہ کلمات پڑھے سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے بخشا جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد ہیثمی جلد 2 صفحہ 128 مطبوعہ بیروت)

آپؐ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں تھا کہ آرام دہ بستر پر سوئیں اور گہری نیند ہو جو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔ حضرت حفصہؓ روایت کرتی ہیں کہ: ایک رات انہوں نے بستر کی چادر کی چار تہیں کر دیں، ذرا نرم ہو گیا۔ تو صبح آپ نے فرمایا رات تم نے کیا بچھایا تھا۔ اسے اکہرا کر دو یعنی ایک رہنے دو۔ اس نے مجھے نماز سے روک دیا۔ (الشمائل النبویہ۔ الترمذی باب ما جاء فی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) شاید کچھ دیر کے لئے گہری نیند آ گئی ہو گی۔ اور آپؐ کو یہ گوارا نہ تھا کہ ذرا دیر کے لئے بھی اللہ سے غافل ہوں۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری یا کسی اور وجہ سے رات کی جب آپ کی تہجد رہ جاتی تھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دن کو بارہ رکعتیں نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم جلد 1 صفحہ 515)

خدا کی عبادت کے سامنے آپؐ نے اپنی صحت کی بھی کبھی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیمار تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج بیماری کا اثر آپ پر نمایاں ہے۔ فرمانے لگے اس کمزوری کے باوجود آج رات میں نے نماز تہجد میں طویل سورتیں پڑھی ہیں۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ للجوزی صفحہ 511۔ بیروت)

اپنی امت کو بھی، اپنے صحابہ کو بھی آپ نے اپنے نمونے سے یہی نصیحت فرمائی کہ خدا کی عبادت سے کبھی غافل نہ ہونا اور خاص طور پر تہجد کی نماز پر توجہ فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن ابی قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: قیام اللیل مت چھوڑنا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے۔ اور جب آپ بیمار ہو جاتے، جسم میں سستی محسوس کرتے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔ (سنن ابی داؤد۔ الترغیب و الترھیب)

تو اس میں اتنی باقاعدگی تھی اور یہ نصیحت بھی تھی۔ تبھی تو حضرت عائشہؓ نے یہ نصیحت آگے چلائی ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ میرے ماننے والے بھی اسی طرح نمازوں اور تہجد میں باقاعدگی اختیار کریں۔

حضرت کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دن کے وقت سفر سے واپس تشریف لاتے اور سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے۔ وہاں دو رکعت نفل ادا کرتے پھر کچھ دیر وہاں بیٹھتے۔ (صحیح مسلم۔ باب استحباب الرکعتین فی المسجد لمن قدم من سفر اول قدوم)

اب عام آدمی ہو تو سفر سے واپس آ کر یہ ہوتا ہے کہ سیدھے گھر پہنچیں، بیوی بچوں سے ملنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اپنے سفر کی تکان اتارنے کی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کیا ہے کہ آپ واپسی پر پہلے اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اس کا شکر بجا لاتے ہیں۔ اس کا رحم اور فضل مانگتے ہیں۔ اور پھر دوسرے کام کرتے ہیں یا گھر جاتے ہیں۔ جنگ احد میں بھی مسلمانوں کو کیسی خطرناک اور خوفناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے تھے لیکن یہ چیز آپ کی عبادت کے رستے میں روک نہیں بن سکی۔ آپ کی عبادت کے رستے میں حائل نہیں ہو سکی۔

ایک روایت میں آتا ہے: غزوہ احد کی شام جب لوہے کے خود کی کڑیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے رخسار میں ٹوٹ جانے کی وجہ سے آپؐ کا بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ کلّے پر لگنے کی وجہ سے خون بہہ چکا تھا۔ آپؐ زخموں سے نڈھال تھے۔ علاوہ ازیں 70 صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا۔ اس روز بھی آپ بلالؓ کی ندا پر (یعنی بلال کی اذان کی آواز پر) نماز کے لئے اسی طرح تشریف لائے جس طرح عام دنوں میں تشریف لاتے تھے۔

(بخاری کتاب المواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذھاب الوقت)

غرضیکہ واقعات تو بہت ہیں۔ آپؐ کی زندگی کا تو ہر لمحہ عبادتوں سے سجا ہوا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنی امت کے افراد میں بھی، صحابہ میں بھی عبادتوں کے معیار قائم کروا کر دکھائے۔ نصیحت بھی تبھی اثر کرتی ہے جب نصیحت کرنے والا خود اپنے عمل سے بھی انتہائی معیار دکھا رہا ہو۔ اور اس بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپؐ نے جو کہا وہ کیا نہیں۔ بلکہ صحابہ کی یہ حسرت ہوتی تھی کہ ہم بھی اتنا کر سکیں جتنا آپؐ کرتے ہیں۔ غرضیکہ آپ نے ان لوگوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا

ہی پکا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپؐ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپؐ کی حقانیت کی شہادت دینی پڑے گی''۔ لیکن بعض ایسے اندھے ہوتے ہیں جو اس طرح جائزہ نہیں لیتے یا دیکھتے ہیں تو آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ فرمایا:'' کہ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو نقشہ کھینچا ہے﴿ وَيَا كُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾۔ (سورۃ محمد:13) یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی ۔'' یعنی وہ اس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور کھا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن '' پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہوگئی کہ ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَ قِيَامًا﴾ (سورہ الفرقان :65) یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں۔ جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا اس ساری حالت کے نقشہ کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا۔ دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانے کو اعتراف کرنا پڑے گا''۔

(ملفوظات جلد 5صفحہ 117جدید ایڈیشن)

پھر آخری بیماری میں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بخار میں مبتلا تھے اس وقت بھی اگر آپ کو فکر تھی تو صرف نماز کی تھی۔ گھبراہٹ کے عالم میں بار بار پوچھتے کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ بتایا گیا کہ لوگ آپؐ کے منتظر ہیں۔ بخار ہلکا کرنے کی خاطر فرمایا میرے اوپر پانی کے مشکیزے ڈالو۔ پانی ڈالو۔ تعمیل ارشاد ہوئی۔ حکم پورا کیا گیا۔ پھر غشی طاری ہو گئی۔ پھر ہوش آیا، پھر پوچھا کہ نماز ہو گئی۔ جب پتہ چلا کہ صحابہ ابھی انتظار میں ہیں تو پھر فرمایا مجھ پر پانی ڈالو۔ پھر پانی ڈالا گیا۔ پھر اس طرح پانی ڈالنے سے جب بخار کچھ کم ہوا تو نماز پر جانے لگے۔ مگر پھر کمزوری کی وجہ سے بیہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور مسجد تشریف نہ لے جا سکے۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہٗ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے۔ اس لئے آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی آپ اس طرح مسجد کی طرف نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔ کہتی ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے یہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے اس وقت آپؐ کے قدم زمین سے گھسٹتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ اس ارادے کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ فرما کر کہا اپنی جگہ پہ کھڑے رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا۔ پھر آپؐ ابوبکرؓ کے ساتھ بیٹھ گئے اور اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی اور آپؐ کی جو حرکت ہوتی تھی اس پر حضرت ابوبکرؓ تکبیر کہتے تھے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر بولتے تھے۔ اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اتباع میں آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے''۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب حد المریض)

حضرت علیؓ اور حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اور آخری پیغام جبکہ آپؐ جان کنی کے عالم میں تھے اور سانس اکھڑ رہا تھا۔ یہ تھا کہ اَلصَّلٰوۃ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ نماز اور غلام کے حقوق کا خیال رکھنا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب ھل اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بہترین خلاصہ ہے۔ کہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے تجویز فرمایا ہزاروں ہزار درود سلام ہوں اس پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے خود بھی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کئے اور اپنی امت کو بھی اس کی نصیحت فرمائی۔

اللھم صلّ علی محمد و علیٰ آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بجا طور پر آپؐ کی تعریف میں یہ شعر لکھا ہے کہ ۔

يَبِيْتُ يُجَافِىْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

کہ آپ اس وقت بستر سے الگ ہو کر رات گزار دیتے ہیں جب مشرکوں پر بستر کو چھوڑنا نیند کی وجہ سے بوجھل ہوتا ہے۔ (بخاری کتاب الجمعہ باب فضل من تعار من اللیل)

بہرحال ایسے لوگ جو یہ لغویات، فضولیات اخبارات میں لکھتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے گزشتہ ہفتے بھی میں نے کہا تھا کہ جماعتوں کو انتظام کرنا چاہئے۔ مجھے خیال آیا کہ ذیلی تنظیموں خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کو بھی کہوں کہ وہ بھی ان چیزوں پہ نظر رکھیں کیونکہ لڑکوں، نوجوانوں کی آج کل انٹرنیٹ اور اخباروں پر توجہ ہوتی ہے، دیکھتے بھی رہتے ہیں اور ان کی تربیت کے لئے بھی ضروری ہے کہ نظر رکھیں اور جواب دیں۔ اس لئے یہاں خدام الاحمدیہ بھی کم از کم 100 ایسے لوگ تلاش کرے جو اچھے پڑھے لکھے ہوں جو دین کا علم رکھتے ہوں۔ اور اسی طرح لجنہ اپنی 100 نوجوان بچیاں تلاش کر کے ٹیم بنائیں جو ایسے مضمون لکھنے والوں کے جواب مختصر خطوط کی صورت میں ان اخبارات کو بھیجیں جن میں ایسے مضمون آتے ہیں یا خطوط آتے ہیں۔

آج کل پھر اخباروں میں مذہبی آزادی کے اوپر ایک بات چیت چل رہی ہے۔ اسی طرح دوسرے ملکوں میں بھی جہاں جہاں یہ اعتراضات ہوتے ہیں۔ وہاں بھی اخباروں میں یا انٹرنیٹ پر خطوط کی صورت میں لکھے جا سکتے ہیں۔ یہ خطوط گو ذیلی تنظیموں کے مرکزی انتظام کے تحت ہوں گے لیکن یہ ایک ٹیم کی Effort نہیں ہو گی بلکہ لوگ اکٹھے کرنے ہیں۔ انفرادی طور پر ہر شخص خط لکھے یعنی 100 خدام اگر جواب دیں گے تو اپنے اپنے انداز میں۔ خط کی صورت میں کوئی تاریخی، واقعاتی گواہی دے رہا ہو گا اور کوئی قرآن کی گواہی بیان کر کے جواب دے رہا ہو گا۔ اس طرح کے مختلف قسم کے خط جائیں گے تو اسلام کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر واضح ہو گی۔ ایک حسن ابھرے گا اور لوگوں کو بھی پتہ لگے گا کہ یہ لوگ کس حسن کو اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے ماند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو تصور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے مسلمانوں کے پاس دلیل نہیں ہے اس لئے جلد غصے میں آ جاتے ہیں۔ اس کو بھی اس سے رد کرنا ہو گا۔ ہمارے پاس تو اتنی دلیلیں ہیں کہ ان کے پاس اتنی اپنے دفاع کے لئے نہیں ہیں۔ لیکن کیونکہ مسلمان تمام انبیاء کو مانتے ہیں۔ اس لئے انبیاء کے خلاف تو کوئی بات کر نہیں سکتے اور یہ لوگ بے شرم ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھالنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کے شر سے پناہ دے۔

حضرت سید ناصر شاہ صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ایک بار بھائی فضل شاہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت ہو کر میرے پاس کشمیر آنے لگے۔ تو عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی نصیحت نامہ لکھ دیں۔ حضور نے نصیحت نامہ لکھ دیا۔

1) نمازوں کو وقت پر قائم رکھو اور استغفار بہت پڑھتے رہنا۔
2) قرآن شریف کو سمجھ سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔
3) اپنے بھائی کے ساتھ بہت محبت و پیار سے گزارنا چاہئے۔
4) جلدی جلدی یہاں آنا چاہئے۔
5) چالیس دن میں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے وقت رونا اور گڑگڑانا ضروری ہے۔ یہ انبیاء اور صالحین کی سنّت ہے۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ :معراج کا شہرہ آفاق سفر
از صفحہ نمبر 4

پاکستان کے ایک مایہ ناز سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم سابق صدر پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میٹالرجیکل انجینئرز جیسی شخصیت نے جو نوبیل انعام یافتہ اور عالمی شہرت کے حامل پہلے مسلمان سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام جیسے سفیر توحید کی خدمات کے زبردست مداح ہیں، بالکل یہی روش اختیار فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ''قرآن اور جدید سائنس'' کے صفحہ 197 پر آیت ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (النساء: 158) لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ:۔

''قرآن اور بائبل (جدید عہدنامہ) اس پہلو پر اتفاق کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہے ......غرض خداوند یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھالیا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا۔ (مرقس کی انجیل باب 16 آیت 20) ''

پروفیسر صاحب نے یہ حوالہ درج کرنے کے بعد اگلے صفحہ 198 پر سورہ بنی اسرائیل کی معراج کی نسبت پہلی آیت درج کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:۔

''یہ دونوں واقعات ایک ہی اصول پر مبنی ہیں جو ان میں سے ایک پر یقین رکھتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے پر یقین نہ کرے ان دونوں آیات میں اہم حقائق یہ ہیں:-

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھان جیسا کہ وہ خدا کے بائیں طرف بیٹھ گیا جس کا بائبل کی آیت میں ذکر ہے۔

2- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ واپس مکہ تشریف لے آئے۔''

(صفحہ 198)

آنحضرتؐ کا سفر معراج کتنے وقت پر مشتمل تھا، اس کی تشریح سعودی عرب میں جلالۃ الملک شاہ فہد کی طرف سے چھپنے والے اردو ترجمہ کے صفحہ 765 میں بایں الفاظ کی گئی ہے:-

''چالیس راتوں کا یہ دور دراز سفر پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصہ میں ہوا۔''

چونکہ اس نظریہ پر یہ واضح اشکال پیدا ہوتا تھا کہ زمین والوں پر وقت کی رفتار کا کیوں اثر نہیں ہوا اس لئے ایک اور ''محقق'' آغا غیاث الرحمٰن انجم صاحب کو یہ دلچسپ توجیہہ اختراع فرمانا پڑی کہ:۔

''جب حضور کائنات کے جسم سے باہر کائنات آسمانی میں تشریف لے گئے تو کائنات میں سے روح نکل گئی اور یہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام چیزیں بے حس و حرکت رہ گئیں۔ نہ کائنات حرکت کرتی ہے اور نہ کائنات کی کوئی چیز بلکہ جو چیز جہاں پر تھی وہیں پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ سورج جس نکتے پر پہنچا تھا اس کی گردش وہیں کی وہیں رہ گئی۔'' (''حضور کو معراج کیسے کرایا گیا'' صفحہ 62 ناشر مکتبہ کاروان کچہری روڈ لاہور۔ تصنیف و اشاعت 1975ء)

ایک اور اہل قلم جناب محمد انور بن اختر نے ''واقعہ معراج اور نظریہ اضافیت'' میں اس توجیہہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جب کبھی واقعہ معراج کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے یہاں سائنسی حلقوں سے لے کر علمائے کرام تک اسی نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا اور ایک طویل مدت گزار کر واپس آنا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر عدم موجودگی میں وقت کا نہ گزرنا نظریہ اضافیت سے ثابت ہے۔ مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی ٹھوس دلیل چند سطور بعد پیش کی جائے گی۔ تاہم پہلے نظریہ اضافیت سے کماحقہ تعارف حاصل کرلیا جائے تاکہ طبیعیات سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں نظریہ اضافیت کے نکات تازہ ہوجائیں اور ایک عام قاری کے لئے نظریہ اضافیت کو سمجھنا آسان ہوجائے۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس انسانی شعور کے ارتقاء کا عروج ہے لیکن سائنس دان اور دانشور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ انسان قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کا ابھی تک صرف پانچ فیصد حصہ استعمال کرسکا ہے۔ قدرت کی عطا کردہ بقیہ پچانوے فیصد صلاحیتیں انسان سے پوشیدہ ہیں۔ وہ علم جو سو فیصد صلاحیتوں کا احاطہ کرتا ہو، اسے پانچ فیصدی محدود ذہن سے سمجھنا ناممکن امر ہے۔ واقعہ معراج ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے اور علم ہے جو سائنسی توجیہہ کا محتاج نہیں ہے۔''

(''قرآن کے سائنسی انکشافات'' صفحہ 230 ناشر ادارہ اشاعت اسلام۔ اردو بازار صدر کراچی)

اس تنقیدی نکتہ کو پیش کرنے کے بعد یہ صاحب بھی بہت دور کی کوڑی لائے ہیں یعنی آپ نے آئن سٹائن کے اس نظریہ کے پیش نظر کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے ارشاد فرماتے ہیں:-

''جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا۔ براق برق سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بجلی۔ جس کی رفتار 1,86,000 (ایک لاکھ چھیاسی ہزار) میل فی سیکنڈ ہے۔'' (صفحہ 237)

یہ خیال کس درجہ خوفناک اور ہلاکت آفریں ہے، انہی حضرت کے الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں:-

''ہمارا مشاہدہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے بہت کم رفتار پر زمین پر آنے والے شہاب ہوا کی رگڑ سے جل جاتے ہیں اور فضا ہی میں بھسم ہوجاتے ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسلامت اتنا طویل سفر پلک جھپکنے میں کرسکیں۔'' (صفحہ 236)

ترکی کے ایک سکالر جناب ڈاکٹر نور باقی نے جو ایک ONCOLOGIST ہیں، 1985ء میں ''قرآنی آیات اور سائنسی حقائق''، لکھی ہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس دعویٰ کی آپ کا نام لئے بغیر پرزور تصدیق کی ہے کہ ''ابھی تک سائنس نے جو دریافتیں کی ہیں وہ سمندر میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں۔'' (اردو ترجمہ صفحہ 129 ناشر انڈس پبلشنگ کارپوریشن کراچی اشاعت چہارم 1998ء) بایں ہمہ انہوں نے سائنس ہی کو امام و پیشوا بناتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جنت میں کشش ثقل یعنی وزن اور جذب ہونے کی خاصیت بہت کم ہے۔ جنت میں وقت کا تصور بھی کشش ثقل سے اسی طرح مماثلت رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہو تو وقت واقعات کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے......وقت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔'' (صفحہ 281)

ان تمام خیال آرائیوں اور مضحکہ خیز ڈھکوسلوں نے اس دجالی عقیدہ کو اور بھی بے پناہ تقویت دے دی کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تو زمانے کے اثرات سے محفوظ رہ کر دو ہزار سال سے خدا کے داہنے ہاتھ میں بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف خود مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق آنحضرتؐ چند سیکنڈ کے لئے خدا کے دربار میں پہنچے مگر خدا نے انہیں راتوں رات زمین پر واپس بھیج دیا۔ ایک بھارتی ملاں سعید احمد پالن پوری نے 3 ستمبر 1994ء کو بنگلور کے تحفظ ختم نبوت کیمپ میں تقریر کرتے ہوئے گوہر افشانی کی کہ ''اس دنیا سے آسمان پر جانے والی چار ہستیاں ہیں۔ حضرت آدم، حضرت حوا، آنحضرت محمد اور حضرت عیسیٰ۔ اول الذکر تینوں ہستیاں دوبارہ زمین پر آئیں اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔'' پھر کہا ''حضرت عیسیٰ میں دو شانیں تھیں۔ بشریت اور ملکیت اور ملک (فرشتہ) کا آسمان پر جانا آنا ہوتا رہتا ہے۔''

(روزنامہ سالار بنگلور 5 ستمبر 1994ء صفحہ 3 کالم 3، 4)

ایک بدزبان پادری نے اپنی کتاب ''مسیح کی شان'' (مطبوعہ اپریل 1980ء) میں پوری بیبا کی سے لکھا ہے کہ:

''تمام نبیوں پر موت کا ڈنک چل گیا اور وہ زیر زمین مدفون ہیں۔ ان کی قبریں موجود ہیں۔ وہ نفخ صور کے منتظر ہیں۔ آسمان پر جانے والا ابھی صرف وہی ہے...... وہ آسمانی تھا اس نے آسمان پر جگہ پکڑی...... باقی تمام پیوند خاک ہوگئے مگر وہ زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا۔ اہل اسلام کے مسلمات کی بنا پر وہی ایک زندہ جاوید ہے اور قرآن کہتا ہے ﴿مَایَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَالْاَمْوَاتُ﴾ (فاطر:23) یعنی زندے اور مردے برابر نہیں۔ پس لاریب وہ افضل ہے تمام کائنات سے...... اس کے سوا کوئی نہیں جو زندہ آسمانوں پر رہتا ہو۔''

کوئی ہمیں بتائے کہ ''ختم نبوت'' کے نام نہاد ''محافظ'' عملاً اس کے سوا اور کیا تبلیغ کر رہے ہیں ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

رب العرش اور صاحب معراج سے کھلا مذاق

نصرانیت کے یہ ''سفیر'' معراج کو جس طرح حکایتی رنگ اور افسانوی روپ میں پیش کرتے ہیں اس نے تاریخ اسلام کے اس معجزہ کو بازیچہ اطفال بنا کے رکھ دیا ہے مثلاً:

اول:- قرآن مجید نے جس خدا کو پیش فرمایا ہے وہ محدود نہیں بلکہ کل کائنات اور اس کی کھربوں بلکہ بے شمار کہکشائیں اس کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ ارض وسماء کا مالک ہے اور ہر انسان کے شہ رگ کے بھی قریب ہے جیسا کہ اللہ جلّشانہ وعزّ اسمہ کا فرمانا ہے:

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق:17)

یعنی ہم اس (انسان) سے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اس کے مقابل دیگر مذاہب خصوصاً یہودی ازم نے خدا کا عجیب وغریب حلیہ بتایا ہے۔ چنانچہ ایک مغربی مفکر کیرن آرم سٹرانگ نے اپنی کتاب "A HISTORY OF GOD" میں بتایا ہے کہ اس مذہب کے علمبرداروں نے فلک پیمائی کرتے ہوئے خدا کی ٹانگوں تک کی پیمائش دی ہے۔ وہ لکھتی ہے کہ اس عجیب وغریب کتاب میں خدا کی پیمائش گڑبڑا کر دکھ دینے والی ہے۔ ذہن مفلوج ہوکے رہ جاتا ہے۔ بنیادی اکائی فرسنگ 180 کھرب انگلیوں کے برابر ہے اور ہر انگلی زمین کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک محیط ہے۔''

(''خدا کی تاریخ'' ترجمہ اردو صفحہ 173، 174 ناشر نگارشات مزنگ روڈ لاہور۔ 2004ء)

فرانسیسی محقق مسٹر موریس بوکائی نے اپنی مقبول عام کتاب ''بائبل قرآن اور سائنس'' میں رفع مسیح کے باطل عقیدہ کے تضادات پر ضرب کاری لگاتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا ذکر دوانا جیل میں ہے اور وہ بھی ایک دوسرے سے مخالف جس سے عیسائی از حد بدحواس ہوجاتا ہے۔ مسٹر موریس اگر مزید ریسرچ کرتے تو انہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوتی کہ امریکہ کی نیشنل کونسل آف چرچز نے 1946ء میں انجیل کا نظرثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا جس میں مرقس اور لوقا کے متن سے یسوع مسیح کے آسمان پر جانے سے متعلق آیات کو جعلی قرار دے کر خارج کردیا۔ یہ ایڈیشن تھامس نیلسن اینڈ کمپنی نے بیک وقت ٹورنٹو، نیویارک اور ایڈنبرا سے شائع کیا۔

بہرکیف مسٹر موریس نے مزید لکھا ہے کہ ''فی الحقیقت واقعۃً جسمانی اعتبار سے رفع مسیح ہوا ہی نہیں کیونکہ خدا تو جس طرح بلندیوں پر ہے اسی طرح پستیوں پر ہے۔'' یہ تو سراسر قرآنی نظریہ اور قرآنی سائنس اور فلسفہ ہی کی ترجمانی ہے۔ لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ پاکستان کے ایک مسلمان کہلانے والے محترم انجینئر صاحب نے یہ ''کارنامہ'' انجام دے کر یہودیوں کو بھی مات کردیا ہے کہ انہوں نے زمین سے عرش تک کا فاصلہ اور عرش کی وسعت تک مختلف پیمانوں سے ناپ لی ہے۔ جسے ''قرآن کے سائنسی انکشافات'' کے مسلمان مصنف نے اس کو ''ایمان افروز سائنسی تحقیق'' قرار دے کر بلکہ وحی ربانی کا درجہ دیتے ہوئے صفحوں کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں۔ تحقیق کے چند نمونے پیش خدمت کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

''زمین کا ایک ہزار سال عرش پر ایک روز کے برابر ہے اور زمین سے عرش تک کا فاصلہ ایک ہزار نوری سال

BELA BOUTIQUE

ہرموسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

Dubai Freehold

ہے......زمین سے عرش تک میلوں میں جو فاصلہ بناوہ تقریباً 60 ہزار کھرب میل ہے۔ جو ایک ہزار نوری سال کے برابر ہے۔‘‘(صفحہ 443۔444)

جناب انجینئر صاحب نے فلک پیمائی کا نیا ریکارڈ قائم کرکے عرش کے رقبہ کی وسعت کا تخمینہ یہ لگایا ہے:۔

’’31ارب 67 کروڑ 47لاکھ 58ہزار 4 سو میل (تقریباً 132ارب میل)‘‘۔(صفحہ 444)

آپ نے ’’چابک دستی‘‘ کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرش کی ’’ضخامت‘‘ کا نقشہ ان بلیغ الفاظ میں کھینچا ہے:۔

’’عرش......سورج کے حجم (VOLUME) سے تقریباً پانچ سو (500) کھرب گنا ہے۔‘‘(صفحہ 448)

جناب اکبر الہ آبادی اگر آج زندہ ہوتے تو اس صاحبزادہ کو داد تحقیق دیتے ہوئے اپنے اس کلام پر ضرور نظر ثانی فرماتے کہ ؎

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

دوم:۔ یہ تو ایک ’’مسلمان‘‘ ماہر انجینئر کا سائنسی شاہکار ہے۔ اب تبلیغی جماعت کے ایک ’’مولانا‘‘ کے ایک معرکہ کا احوال سنئے۔آپ نے ایک بار مسند خطابت پر تعلق باللہ سے محروم ازلی ہونے کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ہم تو اللہ کو براہ راست نہیں جانتے۔ اللہ براہ راست ہم سے بات نہیں کرتا۔ اپنا ہاتھ نہیں دکھاتا۔ نہ جنت دکھائی نہ دوزخ دکھائی ۔نہ عرش دکھایا نہ آسمان دکھایا۔‘‘

(’’دلچسپ اصلاحی واقعات‘‘ صفحہ 390. ناشر مکتبہ ارسلان کراچی اشاعت اول جولائی 2003ء)

اس حقیقت کو ذہن نشین کرکے اب ’’اعلیٰ حضرت‘‘ کے علمی اور سائنسی کمالات ملاحظہ ہوں۔ سرور دوعالم کی ولادت باسعادت کے متعلق یوں گوہر افشانی کی ہے۔

’’ایک سمندر کی مچھلی نے دوسری سمندر کی مچھلیوں کو جا کر مبارک باد دی کہ کائنات کا سردار آ گیا ہے۔‘‘(صفحہ 391)

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اشارہ کرکے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ:۔

’’اللہ نے تخت نیچے اتارا عرش کے 70 ہزار پردے ہیں جس پر کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکی۔70 ہزار پردوں کو چیر کر اللہ تعالیٰ نے (آنحضرتؐ کو) اپنے سامنے کیا۔‘‘(صفحہ 67)

سفر معراج کی روایات میں آنحضرتؐ کے مشاہدہ جنت کا بھی ذکر ملتا ہے۔اس زمانہ کے ظاہر پرست جبہ پوش چونکہ راندہ درگاہ الٰہی ہیں اس لئے خدائے ذوالعرش ان سے ناراضگی کے باعث ہم کلام نہیں ہوتا اس لئے ماوراء الطبعیات کے بیان میں اپنے خیالی جوہر خوب دکھلاتے ہیں۔ اسی لئے ’’علامہ موصوف‘‘ نے ایک دفعہ جنت کا منظر پیش کرتے ہوئے بتایا کہ جنت میں ستر ہزار دروازوں والا مرجان شہر ہے۔اس کے ایک محل میں 70 ہزار کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں ستر ہزار چارپائیاں ہیں۔ ہر چارپائی پر ستر بستر لگے ہوئے ہیں۔ (صفحہ 559 تا 565)

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

سوم:۔ معراج نبویؐ (فداہ ابی وامی،روحی وجنانی) کا نقطہ جمال وکمال کیا تھا؟ اس پر بھی صدیوں قبل قرآن مجید کو مصحف عثمان کہنے والے حلقوں میں خوب طبع آزمائی ہوئی اور اس کے جواب میں ایک روایت گھڑی گئی جسے اب زور شور سے پھیلایا جارہا ہے اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور مقام قاب قاسین پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ علیؓ بیٹھے ہیں۔(حیاۃ القلوب فارسی جلد دوم صفحہ 273 تالیف ’’قدوۃ العارفین رئیس المفسرین خاتم المحدثین علامہ ملا باقر مجلسی۔‘‘ مطبوعہ مطبع نولکشور۔
حیات القلوب اردو جلد دوم صفحہ 288 مطبوعہ پاکستان)

آہ معراج اور صاحب معراج کس درجہ مظلوم ہیں!!

اپنوں اور بیگانوں کے اسی نوع کے ناپاک حملوں پر حضرت مسیح موعودؑ نے اشکبار آنکھوں سے یہ تڑپا دینے والے اشعار کہے تھے ؎

آنکہ نفس اوست از ہر خیر وخوبی بے نصیب
مے تراشد عیب ہا در ذاتِ خیر المرسلین
آنکہ در زندان ناپاکی ست محبوب و اسیر
ہست در شان امام پاکبازاں نکتہ چیں

وہ شخص جس کا نفس ہر خیر وخوبی سے محروم ہے وہ بھی حضرت خیر المرسلینؐ کی ذات میں عیب نکالتا ہے۔ وہ جو خود ناپاکی کے قید خانہ میں اسیر وگرفتار ہے وہ بھی پاکبازوں کی شان میں نکتہ چینی کرتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

❁❁❁❁❁

قبولیتوں کا دروازہ

حضرت مسیح موعود کے مکتوب ۱۵؍فروری ۱۹۸۸ء سے ایک پرمعارف اقتباس:

’’محبت ایک خاص حق اللہ جل شانہ کا ہے جو شخص اس کا حق دوسرے کو دے گا وہ تباہ ہوگا۔تمام برکتیں جو مردان خدا کو ملتی ہیں،تمام قبولیتیں جو ان کو حاصل ہوتی ہیں کیا وہ معمولی وظائف سے یا معمولی نماز اور روزہ سے ملتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ توحید فی المحبت سے ملتی ہے۔اسی کے ہوجاتے ہیں،اسی کے ہو رہتے ہیں۔(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم صفحہ ۷۲ ۔مطبوعہ فروری ۱۹۲۹ء)

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز۔ربوہ
☆ ریلوے روڈ: **0092 4524 214750**
☆ اقصیٰ روڈ: **0092 4524 212515**
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال و جواب

بتاریخ 10؍مارچ 1995ء

سیّدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمه الله کے ساتھ منعقدہ پروگرام ’ملاقات‘10 / مارچ 1995ء سے بعض سوالات اور ان کے جواب اپنی ذمہ داری پر ھدیۂ قارئین ہیں ۔ (مدیر)

سوال: اسلامی نظام میں بینکنگ کا کیا سسٹم ہوگا۔یعنی کیسے کام کرے گا۔ Investers کے لئے اس میں کیا Attraction ہوگی۔ضرورت مند کو قرض کن شرائط یا Basis پر ملے گا۔مثلاً تاجر کو گھر کے خریدنے کے لئے؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:اس وقت جو آپ نے سوال اٹھایا ہے اس کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ موجودہ اقتصادیات کا غلط تاثر پیدا ہوگا۔Invester کو بنک میں جمع کرانے کی دلچسپی نہیں ہوتی ،بینک سے لینے کی دلچسپی ہوتی ہے ۔اس لئے یہ سوال ہی الٹ ہے۔ بینک میں وہ جمع کراتا ہے جس بیچارے کو کوئی تجارت کا سلیقہ نہیں ہے یا اتنے تھوڑے روپے ہیں کہ وہ ان کو کسی خاص مصرف میں لا نہیں سکتا،تو وہ بینک میں جمع کراتا ہے۔اور جو تاجر جمع کراتا ہے وہ زیادہ لینے کی خاطر جمع کراتا ہے۔اس کے پیسے پر بنک نہیں چلتے،وہ بنک کے پیسوں پر چلتا ہے۔اور اسی میں آپ کا جواب آجانا چاہئے ۔اس لئے یہ نظام مہلک ہے ۔یہ سادہ لوح عام انسانوں کی دولت کو کھینچ کر چند ہاتھوں میں پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے اور اسی سے سوسائٹی کی ساری اقتصادی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔پس اسلام اس قسم کا کوئی بنک جاری نہیں کرے گا۔

سوال: اسلام میں Homosexual کی کیا سزا ہے؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

’’وہ اگر قوم کی قوم Homosexual ہوجائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جو دو بستیاں برباد کردی گئیں تھیں،اسی طرح ساری قوم کو برباد کردیا جائے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ اسلام میں سزا جو ہے Individual،وہ تو ہے صرف اُن کو سزا دو، بدنی سزا۔ اتنا ہی ہے ۔کس حد تک دو،اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی۔اس کا مطلب ہے کہ وہی جس طرح میں نے کہا تھا کہ باغیوں اور ظلم کرنے والوں کے لئے ایک کھلے فیصلے کا امکان چھوڑ دیا ہے کہ حسب حالات عدل سے کام لو۔سزا اتنی دو جتنی ضرورت ہے۔ یہ روح ہے قرآن کریم کی۔ یہ ہر جگہ واضح کی گئی ہے۔اس لئے اس کو مزید وہاں کھولنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔کسی ظلم کا اس سے بڑھ کر بدلہ نہیں دینا۔کسی سزا میں تعدّی نہیں کرنی۔ہاں اگر وہ ظلم زیادہ ہے تو کم بھی نہیں دینی۔

اور جہاں تک تعلق ہے ان بستیوں کو ہلاک کرنے کا یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جنس کو افزائش نسل کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ مقصد تھا جس کی وجہ سے اس میں ایک لذّت رکھ دی گئی ۔وہ لوگ جو مقصد کو چھوڑ دیں اور صرف لذّت کے لئے کچھ بھی کریں ان میں سے یہ وہ لوگ ہیں جو قطعی طور پر اس کو وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں پروڈکشن کا سوال ہی کوئی نہیں ۔اصل مقصد سے اتنا ہٹ گئے کہ جو مقصد تھا اُسے کلیۃً Wipe out کر دیا ہے ۔تو پھر دوسرے معنوں میں زندہ رہنے اور آئندہ زندگی کو جاری رکھنے کے حق سے خود دستبردار ہوگئے ہیں۔

یہ وجہ تھی کہ اور کسی جرم میں (انبیاء کے انکار کے سوا،اس میں بھی ایک حد تک جب پہنچے ہیں۔جب یہ یقین ہوگیا۔جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خدا اب اگر یہ زندہ رہیں گے تو سوائے خبیث لوگوں کے اور بچے نہیں دیں گے اب ۔اور یہ اس لئے کہا کہ اللہ نے پہلے سے خبر دیدی تھی یہ حال ہو گیا ہے۔تو اس وقت اس کا ایک ہی منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کو مٹا دیا جائے ،وہ الگ بات ہے) لیکن عام گناہ جتنے ہیں،بدیاں ہر قسم کی،فسق وفجور،اُن کے نتیجہ میں کبھی نہیں مٹایا گیا،سوائے ان دو بستیوں کے ۔یہ پیغام ہے کہ تمہارا جواب یہ ہے کہ تم نے خدا کے اس اصول کو تسلیم نہیں کیا۔تخلیق کی غرض وغایت کو نظر انداز کردیا ہے۔ پھر تم زندہ رہنے کے لائق ہی نہیں رہے۔

❁❁❁❁❁

بقیّہ از صفحہ نمبر 16

دیتا ہے ۔مثلاً اسلام ہمسایہ سے حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے ۔یہاں کوئی تفریق نہیں کہ آپ کا ہمسایہ کون ہے ،کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح کی اور کئی مثالیں دیں۔

آخر پر محترم امیر صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔اس جلسہ کیلئے جماعت نے ایک ہال کرایہ پر لیا ،اور اس کو سجایا گیا۔ اس دوران جہاد کے موضوع پر سواحیلی زبان میں ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا۔اس جلسہ میں دو صد (۲۰۰) مہمان شریک ہوئے۔آخر پر محترم امیر صاحب نے مہمان خصوصی کو کتاب ’’دعوۃ الامیر‘‘ سواحیلی ترجمہ بطور تحفہ پیش کی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جلسہ کے نیک اثرات ظاہر فرمائے۔اور اس کے ذریعہ جن لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچا ہے ان کو اس پر غور کرنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ یکم رفروری 2005 قبل نمازظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحومہ 29رجنوری 2005ء کو 76 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں ۔مرحومہ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کی ہمشیرہ اور حکیم محمد حسین قریشی صاحب صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیٹی تھیں۔آپ موصیہ تھیں۔ نمازوں کے علاوہ تہجد کی پابند ،دعاگو اورنیک خاتون تھیں۔آپ کے بیٹے مکرم ڈاکٹرعبد الکریم صاحب کو نصرت جہاں سکیم کے تحت 4 سال غانا میں اور 5 سال نائیجیریا میں خدمت کا موقع ملا۔مرحومہ نے پسماندگان میں 3 بیٹے اور 3 بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرمہ شاہدہ رفیع صاحبہ (اہلیہ مکرم محمد رفیع بٹ صاحب)۔

مکرمہ شاہدہ رفیع صاحبہ 22رنومبر 2004ء کو بعمر 44 سال مختصر علالت کے بعد وفات پاگئیں ۔ مرحومہ نہایت نیک،خداترس اور متقی خاتون تھیں۔

(2) مکرمہ زیب النساء صاحبہ۔مرحومہ 8ردسمبر 2004ء کو 82 سال کی عمر میں بنگلہ دیش میں وفات پاگئیں ۔مرحومہ مکرم محمود احمد صاحب بنگالی (امیر جماعت آسٹریلیا) کی والدہ تھیں ۔صوم وصلوۃ کی پابند،تہجد گزار اورقرآن کریم سے عشق رکھنے والی نیک خاتون تھیں۔آپ کو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے خاندان سے دلی محبت تھی اور جماعت کے لئے بھی آپ دعائیں کرتی رہتی تھیں۔

(3) مکرمہ طالعاں بی بی صاحبہ۔مرحومہ 30رنومبر 2004ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ مرحومہ مکرم چوہدری محمد طفیل پٹواری صاحب مرحوم (درویش قادیان) کی اہلیہ تھیں ۔آپ نہایت صابرو شاکر،خاموش طبع،غریبوں کی ہمدرد اوردیندار خاتون تھیں۔آپ نے پسماندگان میں 4 بیٹے اور 2 بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

❁❁❁❁❁

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 4ر فروری 2005 کو بعد نماز مغرب مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم پیر محمد عالم صاحب** (ابن مکرم پیر شیر عالم صاحب) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم پیر محمد عالم صاحب کچھ عرصہ سے زیادہ علیل ہونے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے اور مورخہ 2 اور 3رفروری 2005ء کی درمیانی رات کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ 9رجون 1919ء کو گولیکی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔آپ نے 1979ء میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ لاہور سے بطور ڈپٹی ڈائریکٹر ریٹائر ہونے کے بعد وقف کرکے اپنی خدمات پیش کیں اور مارچ 1983ء سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ کے انگلش سیکشن میں باقاعدہ کام شروع کیا۔1985ء میں آپ لندن آگئے اور یہاں بھی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے انگلش سیکشن میں ہی خدمت سرانجام دیتے رہے۔اس طرح خدا کے فضل سے انہیں ایک لمبا عرصہ خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ اخلاص ووفا کے ساتھ آخری بیماری تک خدمت کی توفیق پاتے رہے۔آپ نے اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم شکیل احمد صدیقی صاحب مبلغ سلسلہ (ابن مکرم بشیر احمد صدیقی صاحب)

مکرم شکیل احمد صدیقی صاحب یکم فروری 2005ء کو مختصر علالت کے بعد برکینا فاسو میں وفات پاگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔آپ میٹرک کے بعد زندگی وقف کرکے جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔جامعہ احمدیہ ربوہ سے مبشر پاس کرنے کے بعد 1996ء میں میدان عمل میں آئے اور دووالمیال اور بورکینا فاسو میں بطور مربی سلسلہ خدمت کی توفیق پائی۔امیر صاحب بورکینا فاسو نے فون پر بتایا کہ آپ کو خدمت کی اس قدر لگن تھی کہ وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی بستر مرگ پر مربیان کے ساتھ مل کر ملک میں تبلیغ وتربیت کے منصوبے بنارہے تھے۔آپ نے اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہے۔

(2) مکرمہ اللہ رکھی صاحبہ (اہلیہ مکرم فضل الرحمان صاحب درویش)

مرحومہ 31رجنوری 2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں ۔مرحومہ نیک ،ملنسار اور مخلص خاتون تھیں۔آپ کو خاندان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی اورآپ کو لمبا عرصہ خاندان کے مختلف گھروں میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

❁❁❁❁❁

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7 رفروری 2005 قبل نمازظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم بشارت احمد صاحب کھوکھر ابن مکرم حاجی محمد حسین صاحب مرحوم** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم بشارت احمد کھوکھر صاحب مورخہ 4 فروری 2005ء کو 72 سال کی عمر میں یوکے میں وفات پا گئے۔آپ کی فیملی یوگنڈا سے آکر یوکے میں آباد ہوئی تھی۔آپ کے والد مکرم حاجی محمد حسین صاحب مرحوم کو جنجا یوگنڈا میں پہلی احمدیہ مسجد بنانے کی توفیق ملی۔مرحوم نے یوکے جماعت میں لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔گذشتہ 5 سال سے آپ صاحب فراش تھے۔مرحوم نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی **نماز جنازہ غائب** بھی ادا کی گئی:

(1) مکرمہ سرور بیگم صاحبہ (آف پیپلز کالونی فیصل آباد)

مرحومہ مورخہ 11 دسمبر 2004 کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ان کے خاوند عزیز احمد صاحب فوٹو گرافر احمدیت سے برگشتہ ہوکر ان پر ظلم کرتے تھے۔ان کا ایک لڑکا طاہر عزیز جو کہ احمدی تھا وہ بھی انہی ظلموں کا شکار ہوکر وفات پاچکا ہے ۔مرحومہ نے اپنے میاں سے ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں یہاں تک کہ انہیں طلاق دے دی گئی مگر انہوں نے احمدیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔نہایت نیک، شریف النفس اور اخلاص و وفا کا جذبہ رکھنے والی احمدی خاتون تھیں۔ان کے غیر احمدی بچوں نے ان کا جنازہ ربوہ لیجانے کی اجازت دے دی ہے۔

(2) مکرم محمد صالحین صاحب (آف سنگاپور)

مکرم محمد صالحین صاحب مورخہ 21 نومبر 2004ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔آپ نیک اور مخلص احمدی تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اور تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور خود اُن کا نگہبان ہو۔آمین

❁❁❁❁❁

اعلانات نکاح

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 5ر فروری 2005ء کو مسجد فضل لندن میں بعض نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

(ا) عزیزہ مشعل احمد بنت مکرم مرزا نصیر احمد طارق صاحب ساکن جہلم کا نکاح عزیزم احمد ناصر الدین زکریا ابن مکرم میاں عبدالباسط صاحب کے ساتھ مبلغ 10 ہزار پاؤنڈ اسٹرلنگ حق مہر پر طے پایا۔

(2) عزیزہ قرۃ العین راضیہ جاوید صاحبہ بنت مکرم محمد اسلم جاوید صاحب ساکن لندن کا نکاح عزیزم سید منصور احمد صاحب ابن مکرم سید نصیر احمد صاحب ساکن نیو مالڈن کے ساتھ مبلغ 10 ہزار پاؤنڈ سٹرلنگ حق مہر پر طے پایا ۔

(3) عزیزہ عائشہ طاہر صاحبہ بنت مکرم طاہر احمد خلیفہ صاحب ساکن کوئٹہ (پاکستان) کا نکاح عزیزم عمر صفدر علی خان صاحب ابن مکرم ناصر جاوید خان صاحب ساکن لندن کے ساتھ مبلغ 15 ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے علاوہ رشتوں میں منسلک ہونے والے خاندانوں کا مختصر تعارف کروایا اور ایجاب وقبول کے بعد آخر میں ان رشتوں کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کی دعا کروائی۔

❁❁❁❁❁

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے کپڑوں کی برکت

(روایت حضرت سید عزیز الرحمان صاحبؓ)

حضور کا ایک الہام ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔حضورؑ کے کپڑوں کی برکت کو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔چنانچہ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت ہمارے گھر میں آتی جاتی تھی وہ ایک دفعہ بیمار ہوگئی اس کے گلے میں گلٹیاں نکل آئیں اس نے ہمارے گھر کہلا بھیجا کہ میرے لئے دعا کریں ۔میری بیوی نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا کُرتا اسے بھیج دیا۔ اسی رات اس نے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا۔آپؑ نے اُسے فرمایا:”دوائی مت کھانا۔صرف تازہ پانی پینا۔اچھی ہوجائیگی۔“ اس کے عزیزوں نے بہت کوشش کی کہ دوائی کھلائی جائے مگر اس نے نہ کھائی۔وہ صرف تازہ پانی سے اچھی ہوگئی ۔اچھی ہوکر ہمارے گھر آئی اس نے خواب بیان کیا ۔جب اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دکھایا گیا تو اس نے حلفاً بیان دیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو مجھے خواب میں نظر آئے تھے۔پھر خود ہی ایک خط لائی کہ میری بیعت کا خط لکھ دو اور اس طرح سلسلہ میں داخل ہوگئی ۔

ہفت روزہ **الفضل انٹرنیشنل کا**

سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (۶۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط وکتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت مسیح موعودؑ کی لیکھرام کی ہلاکت کے بارہ میں پیشگوئی سے متعلق دو مضامین کا خلاصہ ذیل میں پیش ہے۔ تاہم ذیل میں بعض ایسے امور بیان نہیں کئے جارہے جو قبل ازیں ۹؍مئی ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں اسی کالم کی زینت بننے والے ایک مضمون میں تفصیل سے بیان کئے جاچکے ہیں۔

پیشگوئی بابت لیکھرام کا ظہور

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵؍مارچ ۲۰۰۴ء میں مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب نے اپنے مضمون میں لیکھرام کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے ظہور کی تفصیل بیان کی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام پر کئے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مشتمل "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی اور دس ہزار روپیہ اس کو دینے کا اعلان فرمایا جو اس میں مندرج دلائل کو غلط ثابت کردکھائے یا اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل اپنی مذہبی کتاب سے پیش کرے۔ نیز فرمایا کہ اسلام کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے علاوہ آسمانی نشان بھی پائے جاتے ہیں اور اگر کسی قوم کا معزز یا سربراہ ان کا مشاہدہ کرنا چاہے وہ قادیان آکر میری صحبت میں ایک سال رہ کر بچشم خود مشاہدہ کرسکتا ہے اور ایسے شخص کو دوسو روپیہ ماہوار خرچ خوراک وغیرہ بھی دیا جائے گا۔

یکم مارچ 1886ء کو حضورؑ نے اپنی بعض پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے لیکھرام کے بارہ میں ایک وحشت ناک اطلاع ملنے کی بھی خبر دی اور فرمایا کہ اگر لیکھرام چاہے تو اِس خبر کو شائع نہ کیا جائے۔ اس پر بعض معاندین کے اکسانے پر لیکھرام قادیان میں آیا اور ایک سال کے اخراجات کے لئے ۲۴۰۰ روپے کا مطالبہ کیا۔ حضوراقدسؑ نے جواب دیا کہ یہ تو قوم کے سربراہ اور شرفاء کے لئے وعدہ ہے اگر تم ثابت کردو کہ تم کسی قوم کے سربراہ اور معزز شریف ہو تو ہم یہ رقم ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لیکھرام نہایت درجہ کا بدگو اور بدزبان شخص تھا اور اس کا اقرار اس کے عقیدت مند بھی کرتے تھے کہ اس کے کلام میں شستگی نہ تھی جو اس کے منہ میں آجاتا کہہ دیتا تھا۔ وہ حد درجہ مغلوب الغضب بھی تھا۔ اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بدن کانپتا ہے۔ اس کی کتابیں عجیب طور پر تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔"

چونکہ اس کی نیت محض شرارت تھی، تحقیق حق نہ تھی۔ اس لئے قادیان سے جاتے ہوئے ایک نہایت گستاخانہ کارڈ حضور کی خدمت میں لکھا کہ: "آسمانی نشان تو دکھائیں۔ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں تا فیصلہ ہو"۔ اس پر حضوراقدس نے لکھا: "آپ کی زبان بدزبانی سے نہیں رکتی،...... نشان خدا کے پاس ہیں۔ وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلاوے"۔ لیکن لیکھرام نے لکھا کہ: "میں آپ کی پیشگوئی کو واہیات سمجھتا ہوں۔ میرے حق میں جاہو اور جو مرضی ہو شائع کردو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں"۔

حضرت اقدسؑ نے جب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو الہاماً بتایا گیا کہ یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے۔ اور اس کیلئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب کا مقدر ہے جس میں یہ آج کی تاریخ سے چھ برس میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک اشتہار میں حضورؑ نے فرمایا کہ ایک ہیبت ناک فرشتہ مجھے دکھایا گیا ہے جو لیکھرام کو سزا دینے پر مامور کیا گیا ہے۔ پھر ایک اَور اشتہار میں حضورؑ نے لیکھرام کے عذاب کے نزدیک آنے کا اعلان بھی کیا اور فرمایا: "اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں"۔

ان پیشگوئیوں کے جواب میں لیکھرام نے بھی پیشگوئی کی کہ آپؑ کا تین سال میں مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اولاد تباہ ہو جائے گی۔

لیکھرام کے آباؤاجداد کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ اس کے پرداد اپنا آبائی وطن چھوڑ کر سیدپور میں آبسے تھے۔ اس کا چچا گنگارام (یا گنڈارام) نے جو پشاور میں پولیس میں ملازم تھا، اس کو پڑھانے کے لئے اپنے پاس بلالیا۔ لیکن یہ استادوں کو تنگ کیا کرتا تھا کہ کوئی بھی اسے پڑھانے کے لئے رضامند نہ ہوتا۔ جب چچا کا تبادلہ ہو گیا تو لیکھرام کو واپس گاؤں آکر دیہاتی سکول میں داخل ہونا پڑا۔ پھر چچا نے اسے 17 سال کی عمر میں پولیس میں بھرتی کرادیا۔ 25 روپے ماہوار تنخواہ اور ایک روپیہ ترقی اڑھائی سال بعد ہوتی۔ دوران ملازمت ایک سکھ سپاہی کے زیراثر گیتا کا پاٹھ کرتا، ماتھے پر تلک لگاتا، ہاتھ میں مالا رکھتا، کرشن لیلائیں دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ نوکری چھوڑ کر برندابن جانے کا ارادہ کر لیا۔ ویدانت مذہب اختیار کرلیا۔ شادی سے انکار کردیا تو اس کی منگیتر کی شادی اس کے چھوٹے بھائی طوطا رام سے کردی گئی۔ پھر لیکھرام ویدانت دھرم ترک کرکے دیانند سرسوتی کا عقیدت مند ہو گیا اور پشاور میں آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ ان دنوں "لیکھو" کہلاتا تھا اور وہاں مائی رنجی کی سرائے میں رہتا تھا۔

مئی 1880ء میں سوامی دیانند سے ملنے اجمیر گیا۔ واپس آکر سوامی کی نصائح کے مطابق آریہ مذہب کے پرچار کی طرف توجہ دی اور ماہوار رسالہ "دھرم پرچارک" جاری کیا۔ جو مالی تنگی کی وجہ سے جاری نہ رکھا جاسکا۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس پشاور مسٹر کرسٹی سے اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ وہ اپنے ڈپٹی ریڈر وزیر علی سے اس کے مباحثے کراتا رہتا۔ مسٹر کرسٹی کا تبادلہ ہوگیا تو لیکھو کو بھی صوابی بھیج دیا گیا۔ ایک انسپکٹر نے صوابی تھانہ کا معائنہ کیا تو اس کے خلاف رپورٹ کر دی۔ جس پر اسے چھ ماہ کے لئے ڈی گریڈ کرکے تھانہ کالوخان میں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس نے بحث ومباحثے شروع کردیئے تو پھر اس کا ایک درجہ گھٹا کر پشاور میں لائن حاضر کردیا گیا۔ اس پر اس نے استعفیٰ دیدیا۔

صوابی میں اسے "براہین احمدیہ" دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کا جواب اس نے لکھنا شروع کیا۔ یہ مسودہ گورداسپور آریہ سماج کے جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اکتوبر 1883ء میں سوامی دیانند کا انتقال ہوا۔ ساڑے چار سال بعد دیانند صاحب کے حالات زندگی جمع کرنے کا کام لیکھرام کے سپرد کیا گیا۔ اس غرض کے لئے اس نے ملک کے طول وعرض کا سفر کیا۔ 1893ء میں اپنے گاؤں کہوٹہ گیا اور مری کے پاس بھن نامی ایک گاؤں کی ایک لڑکی لکشمی دیوی سے شادی کرلی۔

۱۵؍فروری ۱۸۹۷ء کو لالہ ہنسراج پرنسپل DAV کالج لاہور کے پاس ایک آدمی آیا اور لیکھرام کے بارہ میں دریافت کیا۔ اگلے دن اسے کالج ہال میں لیکھرام کو تلاش کرتے دیکھا گیا۔ جب وہ لیکھرام سے ملا تو کہنے لگا کہ میں کچھ دن پہلے ہندو تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا۔ اب دوبارہ اپنے اصلی مذہب میں آنا چاہتا ہوں۔ پنڈت جی نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں تجھے ضرور ہی شدھ کروں گا"۔

اس شخص کا ڈیل ڈول عام لوگوں کی نسبت چھوٹا تھا۔ رنگ کالا۔ چہرہ پر ماتا کے داغ، ناک بیٹھی ہوئی، سر کے بال چھوٹے چھوٹے، آنکھیں اندر کی طرف گھسی ہوئیں۔ عمر قریباً 25 سال۔ لیکھرام اس کو اپنے ساتھ رکھتا تو لوگ لیکھرام کو متنبہ کرتے لیکن لیکھرام مصر رہا بلکہ اجنبی کا پتہ ٹھکانہ بھی نہ پوچھا اور اپنے پاس رہنے کی اجازت دیدی۔ کئی لوگوں نے اس کا اتہ پتہ لگانے کی کوشش بھی کی مگر اس نے کبھی کسی کو صاف جواب نہ دیا۔ اپنے آپ کو بنگالی بتاتا۔ مگر بنگالی زبان نہ جانتا تھا۔ شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی بوچڑ ہے۔ اسے لیکھرام کے مکان پر کھانا کھاتے بھی دیکھا گیا۔ دن کو پنڈت جی کے ساتھ مگر رات کہاں اس کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔ پندرہ سولہ دن سایہ کی طرح لیکھرام کے ساتھ رہا۔

یکم مارچ 1897ء کو لیکھرام ملتان آریہ سماج کے جلسہ پر گیا، 8 مارچ کے بعد سکھر جانے کا تار آیا مگر وہاں پلیگ کی وجہ سے ملتان والوں نے جانے سے روک دیا۔ پھر مظفرگڑھ جانے کی تیاریاں کی گئیں مگر وہاں کا جانا بھی ملتوی ہو گیا۔ 6 مارچ کی دوپہر کو لاہور پہنچا 5 مارچ کو عید کا دن تھا۔ قاتل نے اس دن اس کے دفتر اور اسٹیشن کے کئی چکر لگائے۔ وہ ۶؍مارچ کی صبح لیکھرام کے مکان پر پہنچا۔ پھر سبھا کے دفتر میں گیا۔ لیکھرام آچکا تھا۔ قاتل گلی کی طرف منہ کرکے ایک کھڑکی میں بیٹھ گیا، وہ ٹھہر ٹھہر کر تھوکتا اور گھومتا تھا۔ کسی نے کہا: "پنڈت جی یہ جگہ خراب کرتا ہے"۔ لیکھرام بولا "رہنے دو تمہارا کیا بگاڑتا ہے"۔ قاتل اس دن خلاف معمول اپنا سارا جسم کمبل سے ڈھکے ہوئے تھا۔ لیکھرام نے پوچھا "بخار تو نہیں ہے؟"۔ بولا: "ہاں کچھ درد بھی ہے"۔ لیکھرام اس کو ڈاکٹر دشنوداس کے پاس لے گیا۔ اس نے نبض دیکھ کر کہا: "بخار تو نہیں معلوم ہوتا اگر درد ہے تو پلستر لگا دیا جائے"۔ قاتل بولا: "لگانے کی نہیں کھانے یا پینے کی دوائی دلوا دیجئے۔"

پھر لیکھرام نے بزاز کی دکان سے کپڑا لیا اور پسند کرانے قاتل کے ہاتھ اپنی ماں کے پاس بھیجا۔ اس کے چلے جانے کے بعد بزاز نے کہا: پنڈت جی! یہ منشی تو موت کی تصویر دکھائی دیتا ہے۔ لیکھرام بولا: "ایسا مت کہو، یہ دھرماتما آدمی ہے۔ شدھ ہونے آیا ہے"۔

جب لیکھرام چارپائی ڈال کر سوامی دیانند کی سوانح حیات کو ترتیب دینے کے کام میں لگ گیا تو ان کی دائیں طرف ایک ہوئی ایک کرسی پر وہ قاتل بیٹھ گیا۔ شام 6 بجے دو آدمی اگلے روز لیکھرام سے ایک لیکچر دینے کا وعدہ لے کر چلے گئے۔ لیکھرام کی ماں رسوئی میں تھی، بیوی دوسرے کمرہ میں بیٹھی تھی۔ لیکھرام نے قاتل سے کہا کہ اب دیر ہو رہی ہے تم بھی آرام کرلو مگر قاتل نہ ہلا۔ دس منٹ بعد ماں نے آواز دے کر کہا۔ "پتر! تیل نہیں آیا"۔ ماں کی آواز سن کر کاغذ میز پر رکھنے کے بعد لیکھرام انگڑائی لیتے ہوئے بولا: "اف۔ آہ۔ بھول ہی گیا"۔

انگڑائی کے وقت لیکھرام نے چھاتی تانی ہی تھی کہ قاتل نے ایک دم تیز چھری اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔ اور اسے ایسے گھمایا کہ آٹھ دس گھاؤ پیٹ کے اندر ایک دم ہو گئے۔ اور انتڑیاں باہر نکل پڑیں۔ اتنے میں قاتل سیڑھیوں سے اتر کر نہ جانے

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰؍مئی ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم محمد افتخار احمد نسیم صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

خود گلے کا ہار ہوجائیں گے گل
تو اگر کانٹوں میں رہنا سیکھ لے
عشق کی منزل کٹھن ہے تو مگر
کار زاروں سے گزرنا سیکھ لے
آنکھ کے پانی میں پنہاں سوزِ دل
تر جبیں سجدے میں کرنا سیکھ لے
غیر بھی تیرے ہی اپنے ہیں، اگر
غیر کے دکھ پر تڑپنا سیکھ لے

کدھر غائب ہوگیا۔

لیکھرام کو چارپائی پر ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا۔ انتڑیاں ہاتھ سے دبائی ہوئیں، خون کا دھارا بہہ رہا تھا۔ پونے دو گھنٹے بعد ڈاکٹر پیری آئے۔ انتڑیوں کو ٹانکے لگانا شروع کیا۔ انتڑیوں کے آٹھ بڑے اور کئی چھوٹے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر پیری نے کہا: ”اگر بچ گیا تو معجزہ ہوگا“۔ رات دو بجے لیکھرام موت کے منہ میں چلا گیا۔

اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے لیکھرام کو کئی دکھوں میں پے درپے مبتلا کیا۔ چنانچہ ۱۲/جون ۱۸۹۵ء کو اس کا چھوٹا بھائی طوطارام مرگیا۔ ۴/مارچ ۱۸۹۶ء کو باپ مرگیا۔ ۲۸/اگست ۱۸۹۶ء کو اکلوتا بیٹا مرگیا۔ آخر ۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو خود قتل ہوا۔ جس کے بعد بیوی کو اس کے سسرال والوں نے طعنے دے دے کر پریشان کردیا جس سے اسے ٹی بی ہوگئی اور وہ بیچاری کسمپرسی کی حالت میں مرگئی۔ لیکھرام نے خیر الماکرین سے فیصلہ کن نشان مانگا تھا۔ چنانچہ فیصلہ کن نشان اسے دیدیا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ لیکھرام پر وہی چھری چلی جو زبان کی چھری آنحضرت ﷺ کی شان میں چلایا کرتا تھا۔

آپؑ مولوی محمد حسین بٹالوی کا ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ جب یہ نشان پورا ہوگیا اور لاکھوں انسانوں نے پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کرلیا وہ کہتا ہے کہ جماعت کے کسی آدمی نے قتل کردیا ہوگا۔ افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ مرید کیا خوش اعتقاد ہوگا جو ایسے پیر پر بھی اعتقاد رکھ سکتا ہے جو اسے قتل کی ترغیب دے اور اپنی پیشگوئیوں کو اپنی صداقت کا معیار قائم کرکے اور پھر ان کو پورا کرنے کے لئے مریدوں کو ناجائز وسائل اختیار کرنے کی تعلیم دے۔ شرم ہے ایسے خیالات پر۔

لیکھرام کی پیشگوئی اور مخالفین کا ردعمل

ماہنامہ ”انصاراللہ“ ربوہ مارچ ۲۰۰۴ء میں مکرم شاہد منصور صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے رسالہ ”استفتاء“ کی روشنی میں پنڈت لیکھرام کی پیشگوئی کے ظہور کے بعد مخالفین کے ردّعمل کے بارہ میں تفصیلی مضمون رقم کیا ہے۔

لیکھرام کی بابت پیشگوئی 6/مارچ 1897ء کو پوری ہوگئی۔ لیکن ہمیشہ کی طرح مخالفین سچائی کو تسلیم کرنے کی بجائے پیشگوئی کو ہی جھوٹا ثابت کرنے کیلئے شور مچاتے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو آریوں نے لیکھرام کی ہلاکت کو پیشگوئی کا نتیجہ ماننے ہی سے انکار کردیا۔ پھر حضرت اقدسؑ پر باقاعدہ الزام لگادیا کہ آپؑ نے پیشگوئی پوری کرنے کیلئے لیکھرام کو قتل کرادیا ہے۔ حضرت اقدسؑ کے خلاف نہ صرف اخباری مہم چلائی گئی بلکہ بدلہ لینے کی دھمکیاں بھی دیں۔ نیز حکومت کو بھی کارروائی کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ حضورؑ کی خانہ تلاشی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ آریہ اخبار آفتاب ہند نے ۱۸/مارچ ۱۸۹۷ء کو لکھا: ”مرزا قادیانی بھی امروز فردا کا مہمان ہے۔ بکرے کی ماں کب تک خیر مناسکتی ہے۔..... پس مرزا قادیانی کو خبردار رہنا چاہئے کہ وہ بھی بقر عید کی قربانی نہ ہوجائے“۔

کئی دیگر اخبارات مثلاً رہبر ہند، اخبار عام، پیسہ اخبار وغیرہ میں بھی الزامات اور دھمکیوں والے مضامین شائع ہوتے رہے۔ اس مہم میں آریہ سماج کے ساتھ بہت سے عیسائی اور مسلمان علماء بھی شریک ہوگئے جن میں محمد حسین بٹالوی سرفہرست تھے۔ زبانی سب وشتم اور اخباری دشنام طرازی کے علاوہ ہزاروں خطوط بھی حضورؑ کو بھیجے گئے جن میں نہ صرف گندی گالیاں اور قتل کی دھمکیاں تھیں۔ اگرچہ ایسے بھی بے شمار خطوط ملے جن میں تسلیم کیا گیا تھا کہ آپؑ کی پیشگوئی برملا پوری ہوئی۔

اس مرحلہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے مناسب سمجھا کہ پیشگوئی کے مصدق لوگوں کی گواہی آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کرلی جائے۔ لہٰذا آپؑ نے ایک مختصر رسالہ ”استفتاء“ تصنیف فرمایا جو ۱۶/مئی ۱۸۹۷ء کو قادیان سے شائع ہوا۔ اس کے ہمراہ مرسلہ ایک مطبوعہ خط میں آپؑ فرماتے ہیں: ”اس پیشگوئی کی درخواست لیکھرام نے آپ ہی کی تھی۔ اور اس کو اسلام اور آریہ مذہب کے صدق و کذب کا معیار قرار دیا تھا۔..... اس پیشگوئی میں یہ بات نہایت عجیب ہے جس کو میں نے زبردست دلائل کے ساتھ اس رسالہ میں بیان کردیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی مارچ 1897ء کے مہینے سے جس میں لیکھرام قتل ہوا ہے 17 برس پہلے ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ایک الہام میں بڑی صفائی سے ذکر کی گئی ہے اور براہین احمدیہ کی تالیف کا وہ زمانہ تھا کہ شاید اس وقت لیکھرام 12-13 برس کا ہوگا یہی وہ بات ہے جس کو خوب غور سے سوچنا چاہئے۔“

حضورؑ نے مزید فرمایا کہ یہ رسالہ پڑھنے والوں کو اس سلسلہ میں اپنی شہادت جرأت کے ساتھ دینی چاہئے۔

اہل ہنود کی اس قدر مخالفت کی پہلی وجہ یہ تھی کہ آریہ صاحبان بالخصوص اور جمیع ہنود بالعموم اس پیشگوئی کی حیثیت اور اہمیت کو سمجھ ہی نہیں سکے وہ ان کا مخصوص عقیدہ تھا کیونکہ وحی الٰہی اور الہام خداوندی کو وہ ناممکن یقین کرتے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر پیشگوئی میں خدا کے الہام کے حوالے کے بجائے علم نجوم کا یا کسی جنم پتری کا حوالہ ہوتا جس سے لیکھرام کی موت کا کوئی امکان نکلتا تو پھر شاید کسی حد تک سنجیدگی سے غور کرلیا جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا لہٰذا پیشگوئی کا ردعمل یا خاموشی تھا یا پھر استہزاء تھا جس میں سب سے زیادہ خود لیکھرام نے جوش و خروش سے حصہ لیا وہ لکھتا ہے کہ: ”اس نے جبرئیل بھیج کر قادیانی کے کان میں ہماری موت کا الہام سنایا“۔ پھر اُس نے عمداً اپنے خود ساختہ الہامات شائع کرنے شروع کردیئے جن میں تین سال کے اندر اندر حضرت اقدسؑ کی عبرتناک موت۔ آپ کے خاندان اور آپ کی جماعت کی تباہی اور قادیان کی بربادی کی پیشگوئیاں تھیں۔ ان پیشگوئیوں کا لہجہ اور زبان لچر اور دلآزار تھی۔ چنانچہ پیشگوئی پورا ہونے پر آریوں کے دماغ شل ہوگئے اور اُن کی سوچ میں یہی آیا کہ یہ مرزا صاحب کی سازش ہے۔

حضورؑ کی طرف سے پیشگوئی کے بارہ میں وضاحت کرنے کے باوجود آریہ صاحبان کے دلوں میں نفرت اور تعصب کا غبار کم نہ ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ وہ مسلمان علماء تھے جن کے دل حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیحیت کی وجہ سے دشمنی سے بھرے ہوئے تھے۔ ان علماء کے اس طرح اکسانے سے شبہ پاکر اہل ہنود نے اپنے وہم وگمان کو یقین میں تبدیل کرلیا کہ لیکھرام کا قتل پیشگوئی کو پورا کرانے کے لئے واقعی حضرت اقدسؑ ہی کی سازش سے ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ خود عامۃ المسلمین کے حق میں بڑا بھیانک نکلا اور وہ بری طرح ہندوؤں کی نفرت کا شکار ہوئے۔ ہندوؤں نے کئی مسلمان بچوں کو مٹھائی وغیرہ میں زہر دیدیا۔

ہندوؤں نے درپردہ حضورؑ کو قتل کرانے کی خونی منصوبہ کی تکمیل کے لئے ایک خفیہ انجمن بھی قائم کی جس میں بعض وکیل، سرکاری عہدیدار اور رئیس بھی شامل تھے۔ اس کے لئے بیس ہزار روپیہ تک چندہ کا بندوبست بھی ہوگیا ہے۔ قاتل کے گرفتار کنندہ کیلئے ہزار روپیہ انعام قرار پایا اور دو سو اس کے لئے جو نشان دہی کرے۔

اس بارہ میں اوہام کو دُور کرنے کے لئے حضورؑ نے مسلسل اشتہارات شائع فرماکر حقیقت حال سے آشنا کرنے کی سعی فرمائی۔ نیز اپنی کتابیں ”سراج منیر اور استفتاء“ بھی شائع فرماکر آپؑ نے صورت حال کی وضاحت کرنے کی کوشش فرمائی۔ لیکن اہل ہنود کے دلوں میں جو زہر بھر گیا تھا، اس میں مطلق کوئی کمی نہیں آئی۔ چنانچہ آتمارام نامی مجسٹریٹ نے پوری مجرمانہ سازش کی کہ ایک مقدمہ میں جرمانہ عدم ادائیگی کے الزام میں آپؑ کو جیل بھجوادے۔ اگرچہ اسے ناکامی ہوئی اور وہ قہرالٰہی کا نشانہ بنا۔ آخر حضورؑ نے آریوں کے سامنے الٰہی کسوٹی کا وہی معیار ایک بار پھر پیش کردیا جو پہلے پنڈت لیکھرام کے سامنے پیش کرچکے تھے۔ آپؑ نے نہایت تحدی کے ساتھ چیلنج دیا کہ: اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دُور نہیں ہوسکتا اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں جس سے یہ فیصلہ ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے یوں قسم کھاوے کہ ”میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازشِ قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو اور نہ انسان کے منصوبوں کا کچھ دخل متصور ہوسکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق ہوں جو ایک قاتل کے لئے ہونی چاہئے“۔

اللہ کے شیر کی یہ گرج ایسی نہ تھی کہ آریہ صاحبان حق و باطل کا فیصلہ کرانے کے لئے جان کی بازی لگا کر سامنے آجاتے۔ آپؑ نے آریوں کے لئے فرار کے سارے دروازے بند کردیئے اور سازش قتل کے بھی دروازے بند کردیئے۔ اس چیلنج کے پُرشوکت الفاظ بتاتے ہیں کہ آپؑ کو اپنی بے گناہی پر، اپنی صداقت پر اور اپنے اللہ پر بے پناہ اعتماد تھا۔ آریوں کو نہ اپنے شبہات پر یقین کامل تھا اور نہ اپنے ایشور پر اعتماد تھا۔ ان کے دلوں کا زہر تو نہیں نکلا مگر ان کے محاذ پر خاموشی چھاگئی۔ ہاں ایک صاحب گنگا بشن نے خود کو بہادر کلیجہ والا ثابت کرنے کی جرأت کی اور تین شرطوں کے ساتھ سامنے آگئے کہ

(1) پیشگوئی پوری نہ ہونے کی حالت میں مرزا صاحب کو پھانسی دی جائے۔

(2) میرے لئے دس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کروایا جائے تاکہ اگر میں بددعا سے نہ مروں تو وہ روپیہ مجھے مل جائے۔

(3) جب قادیان میں قسم کھانے کے لئے آؤں تو اس بات کا ذمہ لیا جائے کہ میں لیکھرام کی طرح قتل نہ کیا جاؤں۔

لالہ گنگا بشن کو امید تھی کہ ایسی سنگین شرطوں کو قبول نہ کیا جائے گا۔ مگر حضورؑ نے بلاتوقف انہیں قبول فرمالیا۔ اس پر لالہ گنگا بشن نے بہانے بنانے اور نئی نئی شرطیں پیش کرنا شروع کردیں۔ جب حضورؑ ڈٹے رہے تو آخری شرط انہوں نے یہ پیش کردی کہ جھوٹے نکلنے کی صورت میں اگر آپ پھانسی دیئے جائیں تو لاش گنگا بشن کے حوالہ کی جائے جو چاہے تو جلادے یا دریا برد کردے۔

لالہ گنگا بشن کی بدقسمتی کہ حضرت اقدسؑ نے یہ شرط بھی منظور کرلی مگر ساتھ ہی جوابی شرط بھی عائد کردی کہ ”ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں..... اور وہ یہ کہ جب گنگا بشن صاحب حسب منشاء پیشگوئی مرجائیں تو ان کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے“۔

اس اشتہار میں حضرت اقدسؑ نے یہ بھی مطالبہ پیش کیا کہ لالہ گنگا بشن دس ہزار روپیہ کی ضمانت کا بھی بندوبست کریں تاکہ اُن کی لاش نہ دیئے جانے کی صورت میں یہ روپیہ آپؑ کو مل سکے۔ اس اشتہار نے لالہ گنگا بشن کے حوصلے بالکل پست کردیئے اور اُس نے باحسرت و یاس ۲۷/اپریل ۱۸۹۷ء کو آخری اشتہار دیا اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنی زبان پر مُہر خاموشی لگالی۔ اس میں لکھا: ”میں اپنی لاش دینی نہیں چاہتا..... میں دس ہزار روپیہ جمع نہیں کراسکتا۔ اور میں آریہ سماج کا ممبر نہیں پھر وہ کیونکر میری امداد کریں گے!“۔

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۱۰/جولائی ۲۰۰۴ء کی زینت مکرم رشید قیصرانی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

مجھے کیا خبر کہ وہ ذکر تھا، وہ نماز تھی کہ سلام تھا
مرا اشک اشک تھا مقتدی، ترا حرف حرف امام تھا
مجھے رت جگوں کی صلیب پر زرِ خواب جس نے عطا کیا
وہی سحر، سحرِ مبین تھا، وہی حرف، حرفِ دوام تھا
ترے گنجِ لب سے رواں دواں، وہ جو ایک سیل حروف تھا
اسے لہر لہر سمیٹنا اسی کملی والےؐ کا کام تھا

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , March 04, 2005 | Issue No. 9

جماعت احمدیہ فرانس کے

13ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بابرکت شرکت ۔ فرانس کی سرزمین سے جلسہ قادیان سے خطاب

صدر مملکت، وزیر اعظم اور بعض دیگر اعلیٰ شخصیات کے خصوصی پیغامات مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ براہ راست سنے گئے

(رپورٹ ۔ فہیم احمد نیاز ۔ جنرل سیکرٹری فرانس)

اللہ تعالیٰ کے بے انتہاء فضل و کرم سے جماعت احمدیہ فرانس کو اپنا تیرھواں جلسہ سالانہ مرکزی مشن ہاؤس بیت السّلام میں منعقد کرنے کی توفیق ملی ۔ ہمارا یہ جلسہ سالانہ مؤرخہ 28,27,26 دسمبر بروز اتوار، سوموار، منگل منعقد کیا گیا ۔ یہ جلسہ کئی لحاظ سے منفرد اور تاریخی تھا ۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بنفس نفیس اس جلسہ میں رونق افروز ہوئے ۔ اِمسال جلسہ سالانہ فرانس دسمبر کے مہینہ میں ہوا تا کہ قادیان دارالامان کے جلسہ کے دنوں میں ہو ۔ اسی لئے جلسہ سالانہ کے پروگرام جمعہ ۔ ہفتہ، اتوار کی بجائے قادیان دارالامان کے جلسہ کی تاریخوں کے مطابق، اتوار، سوموار اور منگل کو ہوئے ۔

حضور انور کا افتتاحی خطاب قادیان کے جلسہ سالانہ کے لئے افتتاحی خطاب تھا اور اسی طرح فرانس کے جلسہ کا اختتامی خطاب قادیان کے جلسہ کے لئے بھی اختتامی خطاب تھا اور ہر دو خطاب MTA پر براہ راست دیکھے اور سُنے گئے ۔ اور جلسہ قادیان کے کچھ نظارے براہ راست فرانس میں دیکھنے کو ملے اور پھر ساری دنیا نے بھی ان مناظر کو دیکھا ۔ موسم کی خرابی، سردی اور بارش وغیرہ مسائل کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و خوبی جلسہ کے پروگرام ہوتے رہے ۔

انتظامات

جلسہ سے کچھ عرصہ قبل اس کی تیاریوں کے لئے میٹنگز ہونی شروع ہوگئیں ۔ ان میں افسر جلسہ سالانہ مکرم حفیظ احمد ملک صاحب ۔ افسر جلسہ گاہ مکرم اشتیاق احمد صاحب اور افسر خدمت خلق مکرم سعید حدودی صاحب مقرر ہوئے جنہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اپنے اپنے فرائض سر انجام دئے اور انکے نائبین بھی مقرر کئے گئے ۔

مکرم نصیر احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ بلجیم جلسہ سالانہ سے کچھ روز قبل تشریف لائے اور جلسہ کے انتظامات میں اسی طرح دوسرے امور میں بہت ہاتھ بٹایا ۔

حضور انور کا ورود مسعود

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ورود بروز بدھ رات تقریباً 11 بجے مشن ہاؤس میں ہوا ۔ امسال اہل فرانس کی یہ بھی خوش بختی رہی کہ حضور انور نے دو خطبات جمعہ یہاں سے ارشاد فرمائے ۔

جلسہ کے پروگرام

جماعت احمدیہ فرانس کا تیرھواں جلسہ سالانہ 26 دسمبر بروز اتوار شروع ہوا ۔ صبح 9:30 بجے پرچم کشائی کی تقریب ہوئی ۔ حضور انور نے لوائے احمدیت لہرایا جب کہ مکرم اشفاق احمد ربّانی صاحب امیر جماعت فرانس نے فرانس کا قومی پرچم لہرایا ۔ اس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی ۔

افتتاحی اجلاس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم فہیم احمد نیاز صاحب نے کی اور ان آیات کا اردو ترجمہ پیش کیا ۔ اس کے بعد منیر ناگی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام 'ہے شکر رب عزّ و جل خارج از بیاں' ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنایا ۔ جس کے بعد حضور انور نے افتتاحی خطاب فرمایا ۔

دوسرا اجلاس

بعد از دوپہر اڑھائی بجے دوسرا اجلاس مکرم سمیر بخوطہ صاحب کی صدارت میں ہوا ۔ تلاوت قرآن کریم اور اس کا فرنچ ترجمہ مکرم ناصر رحمٰن صاحب نے پڑھا ۔ جبکہ اردو ترجمہ مکرم منصور احمد صاحب نے پیش کیا ۔ مکرم محمود محمد حسین صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عربی قصیدہ سے چند اشعار خوش الحانی سے پڑھے اس کا اردو ترجمہ مکرم ابدال ربّانی صاحب نے پیش کیا ۔ بعد ازاں مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے اردو میں ''سیرت النبی ﷺ'' کے موضوع پر تقریر کی ۔ دوسری تقریر مکرم امین جواہر صاحب امیر جماعت احمدیہ ماریشس نے فرنچ میں بعنوان ''مغربی معاشرہ میں ایک احمدی نوجوان کا کردار'' کی ۔ ان دونوں تقاریر کا فرنچ اور اردو میں ترجمہ بھی پیش کیا گیا ۔

تیسرا اجلاس

جلسہ کا تیسرا اجلاس بروز سوموار صبح 11.00 بجے مستورات کا تھا ۔ اس اجلاس کی صدارت مکرمہ نسیم دلانوا صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ فرانس نے کی ۔ تلاوت قرآن کریم مع اردو ترجمہ مکرمہ رفعت مبشر صاحبہ نے پیش کیا ۔ اس کا فرنچ ترجمہ مکرمہ یاسمین سعید صاحبہ نے پیش کیا ۔ نظم مکرمہ بشریٰ حبیب صاحبہ نے کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیش کی ۔ جبکہ اس کا فرنچ ترجمہ مکرمہ مبشرہ ماجد صاحبہ نے پیش کیا ۔

اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرمہ نزہت عارف صاحبہ نے بعنوان ''سیرت حضرت خدیجہؓ'' اردو میں کی ۔ اس کا فرنچ ترجمہ مکرمہ طاہرہ ماجد صاحبہ نے پیش کیا ۔ دوسری تقریر مکرمہ نصرت قدسیہ وسیم نے اردو میں ''تربیت اولاد'' کے موضوع پر کی جس کا فرنچ ترجمہ مکرمہ منیرہ دُبری صاحبہ نے پیش کیا ۔ پروگرام کے آخر میں مکرمہ منصورہ مالک صاحبہ نے ''اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے'' نظم پڑھی اور اس کا فرنچ ترجمہ مکرمہ انیقہ اشتیاق صاحبہ نے پیش کیا ۔

چوتھا اجلاس

بروز سوموار تین بجے سہ پہر مکرم عطاء المجیب راشد صاحب کی زیر صدارت شروع ہوا ۔ تلاوت و نظم کے بعد دو تقاریر ہوئیں ۔ دونوں تقاریر فرنچ میں ہوئیں ۔ پہلی تقریر مکرم نصیر احمد شاہد صاحب نے ''نظام وصیت اور برکات خلافت'' کے موضوع پر کی ۔ جبکہ دوسری تقریر مکرم سمیر بخوطہ صاحب آف جرمنی نے بعنوان ''اسلام امن کا پیغام'' کی ۔ ان دونوں تقاریر کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا گیا ۔

اختتامی اجلاس

28/ دسمبر بروز منگل جلسہ کا آخری دن تھا ۔ صبح تقریباً 11.00 بجے جب حضور انور جلسہ گاہ میں تشریف لائے ۔ تو جلسہ گاہ نعروں سے گونج اٹھا ۔ یہ منظر قابل دید تھا ۔ جب بیک وقت فرانس سے اور قادیان کی سرزمین سے نعروں کی آوازیں اٹھ رہی تھیں ۔ اس اختتامی اجلاس میں علاقہ کے مئیر، Togo اور آئیوری کوسٹ کی ایمبیسیز کے نمائندگان نے شرکت کی ۔ مشن ہاؤس کے ریجن کے ایک ڈپٹی مئیر نے بھی شرکت کی ۔ علاقہ کے مئیر نے خطاب بھی کیا ۔ مکرم امیر صاحب نے ان خطابات کا اردو میں ترجمہ بھی پیش کیا ۔ نیز مکرم امیر صاحب نے حکومتی سطح پر اعلیٰ شخصیات کے موصول ہونے والے پیغامات بھی پڑھ کر سنائے ۔ اجلاس کی قاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم اسرار الحق صاحب نے کی اور اردو ترجمہ بھی پیش کیا ۔ نظم مکرم موسیٰ سمارے صاحب نے

''ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے'' خوش الحانی سے پڑھی ۔ اس کے بعد حضور انور نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات سے معمور روح پرور خطاب فرمایا ۔ مذکورہ بالا مہمانان کرام نے پورا خطاب بڑی توجہ سے سنا اور بعد میں اس پر مثبت تبصرہ بھی کیا ۔

حضور انور کے خطبات جمعہ اور خطابات جلسہ کا فرنچ ترجمہ لندن سے براہ راست ہوتا رہا ۔

بچوں کی کلاسز

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچوں کے ساتھ تین کلاسیں بھی لیں ۔ پہلی چلڈرن کلاس 7 تا 12 سال کے اطفال، ناصرات کے لئے تھی ۔ جبکہ باقی دو کلاسیں واقفین نو اور واقفات نو کی الگ الگ ہوئیں ۔

دیگر پروگرام

اس کے علاوہ جلسہ کے ایّام میں روزانہ نماز تہجد با جماعت ادا کی جاتی رہی ۔ پانچوں نمازیں حضور انور کی اقتداء میں احباب جماعت ادا کرتے رہے ۔ ہر روز فجر کے بعد درس حدیث ہوتا رہا ۔

غیر از جماعت احباب کے لئے VIP ٹینٹ لگایا گیا تھا جہاں انہیں تبلیغ بھی ہوتی رہی ۔ فرانس کے اس تاریخی جلسہ میں 12 ممالک کے افراد جماعت نے شرکت کی جن میں انگلستان، ماریشس اور سوئٹزرلینڈ کے احباب کے علاوہ 38 مختلف قومیتوں کے لوگوں نے شرکت کی کل حاضری 815 رہی ۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء جلسہ کو اس کی دائمی برکات سے نوازے ۔ آمین

❁❁❁❁❁

جلسہ مذاہبِ عالم تنزانیہ

(رپورٹ : ۔ محمود احمد شاد ۔ ریجنل مبلغ اِرِنگا)

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مورخہ ۲۰ جون ۲۰۰۴ء کو جماعت احمدیہ اِرِنگا (IRINGA) نے جلسہ مذاہب عالم کا اہتمام کیا ۔ جس میں مختلف مذاہب کے لوگوں کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذہب کا تعارف اور اسکی خوبیاں بیان کریں ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دو ماہ قبل تیاریاں شروع کی گئیں ۔ اور مختلف مذاہب کے لوگوں سے رابطہ کیا گیا، اور ان کو اس جلسہ کی اہمیت بتائی گئی ۔

یہ جلسہ مورخہ ۲۰ جون شام ۴ بجے سے ٦ بجے تک منعقد ہوا ۔ اس میں مکرم و محترم فیض احمد زاہد صاحب امیر و مشنری انچارج دارالسلام سے تشریف لائے اور جلسہ کی صدارت کی ۔ اس جلسہ میں مہمان خصوصی قائمقام مئیر اِرِنگا تھے ۔ اس جلسہ کیلئے تمام مذاہب کے لوگوں اور تمام سرکاری افسران کو بذریعہ خط دعوت دی گئی ۔ جلسہ تلاوت قرآن کریم کے ساتھ شروع ہوا جو کہ مکرم حسن معلم صاحب نے کی ۔ اس کے بعد مکرم محمد رفیق صاحب نے اپنی شاعری سواحیلی زبان میں خوش الحانی کے ساتھ سنائی جو کہ انہوں نے خاص طور پر مختلف مذاہب کے حوالے سے تیار کی تھی ۔ اس کے بعد خاکسار نے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف اور تنزانیہ میں جماعت احمدیہ کی تاریخ اور خدمات کا ذکر کیا اور مہمان خصوصی کو خوش آمدید کہا ۔ اس کے بعد مہمان خصوصی قائمقام مئیر نے تقریر کی اور اس میں جماعت احمدیہ کے کردار کی تعریف کی کہ جماعت احمدیہ نے یہ سٹیج مہیا کیا جس میں مختلف مذاہب کے لوگ محبت اور پیار کے ماحول میں اکٹھے ہو کر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں ۔ انہوں نے کہا کہ تنزانیہ کی گورنمنٹ کا کو ئی مذہب نہیں بلکہ تنزانیہ کے شہری اپنا اپنا مذہب رکھتے ہیں ۔ اور گورنمنٹ نے تمام مذاہب کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے جماعت احمدیہ کی تعریف کی کہ جماعت احمدیہ نے تنزانیہ میں تعلیم اور صحت کے میدان میں خدمات سرانجام دی ہیں اس کے بعد مختلف مذاہب کے نمائندوں نے تقاریر کیں ۔ آخر میں محترم امیر صاحب نے خطاب کیا اور اسلام کی فضیلت بتائی کہ اسلام بنی نوع انسان کی ہمدردی کا مذہب ہے اور آپ نے بعض احادیث نبویہ بیان کیں اور بتایا کہ اسلام بغیر تفریق مذہب و ملت بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کا حکم

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں